

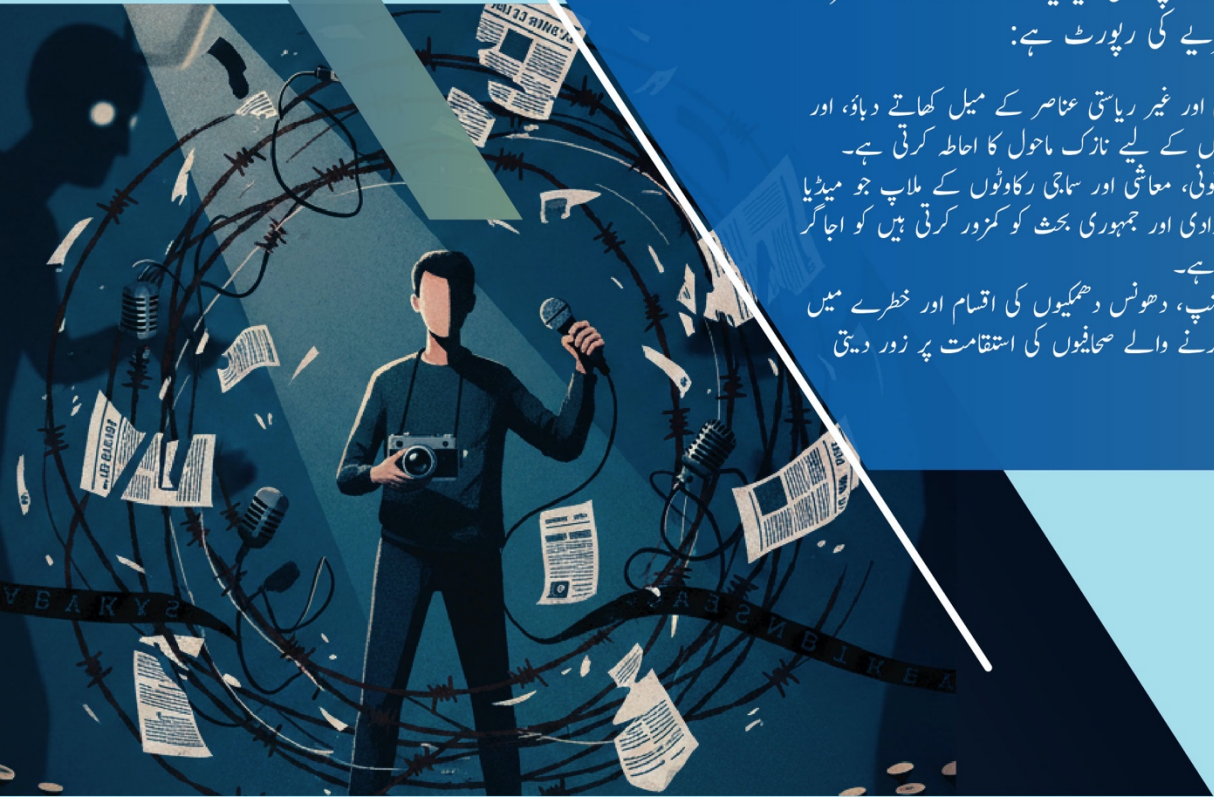
سنسرشپ، جبر اور جرات:

پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی، میڈیا کی آزادیاں
اور صحافیوں کی حفاظت کے لیے جدوجہد

عدنان رحمت اور اقبال خٹک

یہ 2026 پاکستانی میڈیا اور صحافت کے منظر نامے
کے تجزیے کی رپورٹ ہے:

- ریاستی اور غیر ریاستی عناصر کے میل کھاتے دباؤ، اور صحافیوں کے لیے نازک ماحول کا احاطہ کرتی ہے۔
- یہ قانونی، معاشی اور سماجی رکاوٹوں کے ملاپ جو میڈیا کی آزادی اور جمہوری بحث کو کمزور کرتی ہیں کو اجاگر کرتی ہے۔
- سنسرشپ، دھونس دھمکیوں کی اقسام اور خطرے میں کام کرنے والے صحافیوں کی استقامت پر زور دیتی ہے۔



سنسر شپ، جبر اور جرات:

پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی، میڈیا کی آزادیاں
اور صحافیوں کی حفاظت کے لیے جدوجہد

یہ 2026 پاکستانی میڈیا اور صحافت کے منظر نامے کے تجزیے کی رپورٹ ہے:

- ریاستی اور غیر ریاستی عناصر کے میل کھاتے دباؤ، اور صحافیوں کے لیے نازک ماحول کا احاطہ کرتی ہے۔
- یہ قانونی، معاشی اور سماجی رکاوٹوں کے ملاپ جو میڈیا کی آزادی اور جمہوری بحث کو کمزور کرتی ہیں کو اجاگر کرتی ہے۔
- سنسر شپ، دھونس دھمکیوں کی اقسام اور خطرے میں کام کرنے والے صحافیوں کی استقامت پر زور دیتی ہے۔

عدنان رحمت اور اقبال خٹک

اقرار:

یہ رپورٹ فریڈم نیٹ ورک (FN) نے تیار کی ہے، جو ایک پاکستانی میڈیا کے حقوق کی نگرانی کرنے والی تنظیم ہے جسے انٹرنیشنل میڈیا سپورٹ (IMS) کی حمایت حاصل ہے، جو میڈیا کی ترقی میں عالمی رہنما ہے، تاہم اس کے مواد کی مکمل ذمہ داری فریڈم نیٹ ورک کی ہے۔ شریک مصنفین محققین، تجربہ کاروں اور ساتھیوں، جن میں وقاص نعیم، منال شہاب اور فائزہ حسن شامل ہیں، نیز پاکستان بھر کے درجنوں صحافیوں اور دیگر میڈیا ماہرین کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے اس رپورٹ کے لیے معلومات تیار کرنے میں اپنی رائے دی۔

عدنان رحمت (adrehmat@gmail.com) ایک آزاد میڈیا تجزیہ کار اور میڈیا کی ترقی کی حکمت عملی کے ماہر ہیں اور پاکستان اور ایشیائی خطے میں آئی ایم ایس کے پروگراموں کے لیے مشورہ دیتے ہیں۔

اقبال عسک (ed@fnpk.org) میڈیا ڈیولپمنٹ کے ماہر ہیں جنہیں صحافت کا دو دہائیوں سے زیادہ کا تجربہ حاصل ہے۔ وہ پاکستانی میڈیا وائچ ڈاگ تنظیم فریڈم نیٹ ورک کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہیں۔ یہ رپورٹ بغیر کسی کے خلاف تعصب کے نیک نیتی سے تیار کی گئی ہے۔

مضامین کی فہرست

- ایگزیکٹو خلاصہ..... 6
- باب 1: پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی اور میڈیا کی آزادیوں کو پہ خطرہ بنانے والے عناصر کی درجہ بندی..... 9
- باب 2: پاکستان میں میڈیا پر سیکشنز کے لیے بہتری کی خواہش سے عاری سروس سٹرکچر اور حالات..... 12
- باب 3: پاکستانی صحافت اور میڈیا میں صنفی عدم مساوات..... 15
- باب 4: پاکستان میں سنسرشپ کی جغرافیائی صورت حال..... 18
- باب 5: صحافیوں کے خلاف قانونی اور استحصال کے دیگر ذرائع اور دباؤ..... 21
- باب 6: سفارشات: پاکستان میں میڈیا کی ترقی اور صحافیوں کے تحفظ کے لیے اصلاحاتی روڈ میپ..... 25

حالیہ برسوں میں، پاکستان میں میڈیا کا منظر نامہ سنسرشپ، جبر۔ اور غیر معمولی جرات۔ جیسا خطرناک امتزاج متعارف کرواتا ہے، جہاں صحافیوں کو تشدد، اغوا، قانونی دھمکیوں (خاص طور پر تنازعہ سائبر کرائم قانون پیکا، الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ)، معاشی دباؤ (سیاست زدہ اشتہارات، بغیر معاوضہ کام اور تنقیدی اشاعتوں کے لیے سرکاری اشتہارات سے انکار)، اور خود سنسرشپ کے ذریعے ایسے ماحول میں جہاں ریاست اور غیر ریاستی عناصر رپورٹنگ کو محدود کرتے ہیں، خاص طور پر تنازعہ کے شکار علاقوں میں سامنا ہے۔ 2021 میں صحافیوں کے تحفظ کے لیے وفاقی اور سندھ صوبائی قوانین کے باوجود، پریس کی آزادی کو شدید چیلنجز درپیش ہیں جس کی وجہ ذمہ داروں کا سزا سے استثناء برقرار رہنا ہے، جس کی وجہ سیاسی کنٹرول، نگرانی اور غلط معلومات ہیں۔

سال دو ہزار چوبیس اور پچیس کے دوران، فریڈم نیٹ ورک اور اس کے شراکت دار انٹرنیشنل میڈیا سپورٹ (آئی ایم ایس) نے پاکستان بھر میں تفصیلی، زمینی علاقائی جائزے کیے۔ جن میں چار صوبے خیبر پختونخوا، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے علاوہ آزاد جموں و کشمیر (اے جے کے) اور گلگت بلتستان (جی بی) شامل ہیں۔ جن میں اظہار رائے کی آزادی، میڈیا کی آزادیوں اور صحافیوں کی سیفٹی کا جائزہ اور تجزیہ کیا گیا۔ علیحدہ تفصیلی رپورٹس شائع کی گئیں جن میں درجنوں میڈیا ماہرین اور میڈیا اداروں کی جانب سے تجویز کردہ نتائج اور سفارشات سامنے آئیں۔ اکثر پریشان کن کلیدی رجحانات سامنے آئے جن میں درج ذیل تک محدود نہیں شامل ہیں:

اہم چیلنجز

- ریاستی اور غیر ریاستی دباؤ: صحافیوں کو دہشت گرد گروہوں، سکیورٹی فورسز اور حتیٰ کہ سیاسی عناصر کی طرف سے دھمکیوں، اغوا اور تشدد کا سامنا ہے، خاص طور پر خیبر پختونخوا (ک پی) جیسے علاقوں میں۔
- سنسرشپ اور از خود سنسرشپ: حکومتی کنٹرول، براڈ کاسٹ میڈیا ریگولیٹر جیسے کہ پیہما (پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی) جیسے اداروں اور پیکا جیسے قوانین کے ذریعے، ایک ایسا ماحول پیدا کر چکا ہے جہاں صحافی خود کو سنسر کرتے ہیں تاکہ رد عمل سے بچ سکیں۔
- معاشی دباؤ: 'ہلکی سنسرشپ' سیاسی اشتہارات، ادائیگیوں میں تاخیر، اختلاف رائے رکھنے والے میڈیا اداروں کو سرکاری شعبے کی اشتہارات سے انکار اور حتیٰ کہ 'کہانی کل' کے ذریعے ہوتی ہے، جس سے میڈیا کی آزادیاں کمزور ہوتی ہیں۔
- ڈیجیٹل خطرات: میڈیا کے افراد کی ڈیجیٹل سنسرشپ اور نگرانی، بشمول جاسوسی کے سافٹ ویئر (سپائی ویئر) اختلاف رائے کو خاموش کرنے کے بڑھتے ہوئے طریقے ہیں۔
- استثنیٰ: 2021 میں صحافیوں کے تحفظ کے وفاقی اور صوبائی قوانین کے باوجود، مجرم اکثر انصاف سے بچ نکلتے ہیں، جس سے مزید تشدد ہوتا ہے۔

جدوجہد کا اظہار

- **ہائی رسک پروفیشن:** تسلسل کے ساتھ اس صدی میں پاکستانی میڈیا کو رپورٹرز و آؤٹ بارڈر (آر ایس ایف)، کمیٹی ٹوپر و ٹیکٹ جرنلسٹس (سی پی جے)، انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹس (آئی ایف جے) اور فریڈم نیٹ ورک (ایف این) جیسے اداروں کے جانب سے صحافیوں کے لیے سب سے خطرناک ممالک میں شمار کیا جاتا ہے، جہاں اموات کی شرح خاص طور پر تنازعہ والے علاقوں میں زیادہ ہے۔
- **قانونی دھمکیاں:** پیکا جیسے تنازع قوانین کا تنقیدی رپورٹنگ کو روکنے کے لیے استعمال بڑھ رہا ہے جو مقدمات اور ہراسانی کا سبب بنتے ہیں۔
- **نیوز روم میں بے ترتیبی:** غلط معلومات جس کی بڑی وجہ سرکاری معلومات تک کم رسائی ہے — میڈیا پر عوامی اعتماد کو کمزور کر رہی ہے، جبکہ صحافی سیاسی تقسیم اور غلط معلومات کی مہمات سے نبرد آزما ہیں۔

جرات مند اندر عمل

- **مشکلات کا سامنا کرنے کی صلاحیت:** صحافی اور دیگر میڈیا پریکٹیشنرز — جن میں وہ بھی شامل ہیں جنہیں ریاستی دباؤ کی وجہ سے پیشہ ورانہ میڈیا اداروں سے دور رکھا گیا اور جو آن لائن سہولتیں آزادی میڈیا کے استعمال کر رہے ہیں — حساس مسائل پر رپورٹنگ جاری رکھے ہوئے ہیں، باوجود اس کے کہ ان میں ان کو ذاتی طور پر خطرات لاحق ہیں، جمہوریت کے لیے آزادی پریس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔
- **مسلحہ وکالت:** کئی قومی اور بین الاقوامی تنظیمیں اور پلیٹ فارمز، جن میں پاکستان جرنلسٹس سیفیٹی کونسل (پی جے ایس سی)، پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) کے مختلف دھڑے، پریس کلبز، ایسوسی ایشن آف الیکٹرانک میڈیا ایڈیٹرز اینڈ نیوز ایڈیٹرز (AEMEND)، کونسل آف پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز (سی پی این ای)، آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی (اے پی این ایس)، پاکستان براڈکاسٹر ایسوسی ایشن (بی بی اے)، آر ایس ایف، سی پی جے، آئی ایف جے اور دیگر شامل ہیں، ان پابندیوں کو بہتر قانونی اصلاحات اور تحفظ کی وکالت کرتے ہوئے چیلنج کرتے رہتے ہیں۔

علاقائی میڈیا جائزہ رپورٹس کی سیریز تین وسیع شعبوں میں کلیدی رجحانات کی نشاندہی کرتی ہے:

اظہار رائے کی آزادی

اگرچہ پاکستان کا آئین اظہار رائے کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، صحافیوں کے لیے حقیقت بالکل مختلف ہے۔ تمام علاقوں میں — کشمیر، بلوچستان، گلگت بلتستان، اسلام آباد، خیبر پختونخوا، پنجاب اور سندھ — صحافیوں کو منظم دھمکی، قانونی ہراسانی اور جبر کا سامنا ہے۔ ریاستی ادارے، بشمول پولیس، انٹیلی جنس ایجنسیاں اور ضلعی انتظامیہ معمول کے مطابق رپورٹنگ میں مبہم قوانین جیسے پیکا اور پنجاب ڈیفیمیشن ایکٹ کا استعمال کرتے ہوئے اختلاف رائے اور تنقیدی کورٹنگ کو دبانے کے لیے مداخلت کرتے ہیں۔ یہ قانونی حربے اکثر ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، جس سے پہلے سے ضبط اور از خود سنسرشپ کا کلچر پیدا ہوتا ہے۔ غیر ریاستی عناصر بشمول عسکریت پسند، مافیاء اور انتہا پسند گروہ مزید اظہار رائے کو دھمکیوں، تشدد اور ہدف بننا کر قتل کے ذریعے خاص طور پر تنازعے کے شکار علاقوں میں محدود کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں اور طاقتور مقامی عناصر بھی اکثر ریاستی عناصر کے ساتھ ملی بھگت کے ذریعے بیانے پر قابو پانے اور اپوزیشن کی آوازوں کو خاموش کرنے کے لیے دباؤ ڈالتے ہیں۔

میڈیا کی آزادیاں

پاکستان میں میڈیا کی آزادیوں کو قانونی، معاشی اور سماجی و ثقافتی دباؤ کے امتزاج نے نقصان پہنچایا ہے۔ سنسر شپ پھیلی ہوئی ہے اور انتہائی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ جیسے کہ مکمل پابندی، اشتہارات کی معطلی، ڈیجیٹل نگرانی اور کنیکٹیوٹی بلیک آؤٹس۔ ریاست کی جانب سے نافذ قدغنوں کو شدت پسندوں کی طرف سے عائد کردہ سنسر شپ نے مزید مضبوط کیا ہے، خاص طور پر خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں، جہاں سیوریٹی آپریشنز یا عسکریت پسندوں کی سرگرمیوں کی رپورٹنگ تشدد یا موت کا باعث بن سکتی ہے۔ معاشی دباؤ، جیسے کہ حکومتی اشتہارات کو جان بوجھ کر روکنا اور اہم آؤٹ لیٹس کی مالی ناکہ بندی کھلی پابندیوں کے بغیر ہی تعمیل کو یقینی بناتے ہیں۔ میڈیا کی ملکیت کے ڈھانچے اور کمزور کاروباری ماڈلز ایڈیٹریل آزادی کو مزید متاثر کرتے ہیں، اور تجارتی مفادات اکثر صحافتی دیانت داری پر غالب آجاتے ہیں۔ پریس کلبز اور یونینز، جو حفاظتی اقدامات کے طور پر بنائی گئی ہیں، خود سیاست کا شکار اور منقسم ہیں اور بہت کم تحفظ یا بچھتی فراہم کرتی ہیں۔

صحافیوں اور دیگر میڈیا پر یکیشنرز کا تحفظ

پاکستان میں صحافیوں اور دیگر میڈیا پر یکیشنرز کا تحفظ شدید خطرے سے دوچار ہے۔ دھونس اور دھمکیاں عام ہیں، جو صحافیوں کے خاندانوں اور ذاتی زندگیوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ قانونی ہراسانی۔ جس میں ہتک عزت کے مقدمات، من گھڑت فوجداری الزامات اور صوابدیدی حراست شامل ہیں۔ تنقیدی آوازوں کو خاموش کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ جسمانی تشدد، جس میں نشانہ بنا کر قتل، اغوا اور تشدد شامل ہیں، ایک مستقل خطرہ ہے، خاص طور پر بلوچستان جیسے علاقوں میں جہاں عسکریت پسند یا علیحدگی پسند تحریکیں فعال ہیں۔ معاشی جبر، جیسے کہ ملازمت کا عدم تحفظ، اجرت کی چوری اور صوابدیدی برطرفی، صحافیوں کی دباؤ سے بچنے کی صلاحیت کو مزید کمزور کرتی ہے۔ خواتین صحافیوں کو اضافی رکاوٹوں کا سامنا ہے، جن میں پیشہ ورانہ نیٹ ورکس سے اخراج، اجرتوں میں فرق، سہولیات کی کمی اور صنفی بنیاد پر ہراسانی شامل ہیں۔ ان خطرات کے جواب میں ادارہ جاتی رد عمل کمزور یا غیر موجود ہے، اور زیادہ تر معاملات میں بے خوفی برقرار رہتی ہے۔ خطرات اور حملوں پر منظم ڈیٹا جمع کرنے کی عدم موجودگی مسئلے کی وسعت کو مزید دھندلا دیتی ہے اور خوف اور خود سنسر شپ کے ماحول کو مضبوط کرتی ہے۔

تجاویز۔ مستقبل کا راستہ

یہ رپورٹ پاکستانی میڈیا کے منظر نامے کی تصویر کشی کرتی ہے جہاں اظہار رائے کی آزادی اور میڈیا کی آزادیوں کو ریاستی اور غیر ریاستی عناصر، قانونی و اقتصادی آلات، اور پرانی سماجی و ثقافتی رکاوٹوں کے امتزاج سے منظم طریقے سے محدود کیا جاتا ہے۔ صحافی خوف، از خود سنسر شپ اور ملزمان کو سزا سے استثنائے ماحول میں کام کرتے ہیں، جہاں ادارہ جاتی حمایت یا تحفظ بہت کم ہے۔ جامع اصلاحات۔ جن میں قانونی، ادارہ جاتی اور اقتصادی بھی شامل ہیں۔ صحافیوں کے حقوق اور سلامتی کے تحفظ اور میڈیا کے جمہوری اعتبار کے ستون کے طور پر کردار کو بحال کرنے کے لیے فوری طور پر ضروری ہیں۔ اصلاحات کے لیے ایک روڈ میپ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔

اسلام آباد، 2026

پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی اور میڈیا کی آزادیوں کو پرخطر بنانے والے عناصر کی درجہ بندی

تأمل: پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی کی آئینی طور پر ضمانت دی گئی ہے، لیکن ملک بھر کے صحافیوں اور میڈیا پر ویشٹلز کی حقیقت ایک ایسا منظر نامہ ظاہر کرتی ہے جو دھمکی، جبر اور منظم رکاوٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ خطرات کے عناصر مختلف علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں، لیکن وہ اختلاف رائے کو خاموش کرنے، آزادانہ رپورٹنگ کو محدود کرنے اور میڈیا کے جمہوری نگرانی کے کردار کو کمزور کرنے کی صلاحیت میں متحد ہوتے ہیں۔ یہ تجزیہ پاکستان کے آٹھ مختلف علاقوں — آزاد جموں و کشمیر (اے جے کے)، بلوچستان، گلگت-بلتستان (جی بی)، اسلام آباد، خیبر پختونخوا (کے پی)، پنجاب کے شمالی، وسطی اور جنوبی حصے، اور سندھ — میں دہائی کی تفصیل بیان کرتا ہے جو پاکستان کے میڈیا میں پائے جانے والے ماحول کی عکاسی کرتا ہے۔

1.1. ریاستی ادارے اور قانونی دستاویزات

پورے پاکستان میں، ریاستی ادارے آزادی اظہار رائے کے لیے سب سے مستقل خطرہ پیدا کرنے والوں میں شامل ہیں۔ صحافیوں کو اکثر پولیس، ضلعی انتظامیہ اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کی براہ راست مداخلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وسطی پنجاب میں پولیس کے مقدمات معمول کے مطابق کمزور وجوہات پر درج کیے جاتے ہیں، جس سے مقامی رپورٹنگ پر منفی اثر پڑتا ہے۔ شمالی پنجاب میں خفیہ طریقہ مداخلت میں فون کالز، دورے اور قانونی شکایات شامل ہیں جو اشاعت کو روکنے کے لیے کی جاتی ہیں۔ خیبر پختونخوا میں انٹیلی جنس ایجنسیاں پیکا قانون، خاص طور پر اس کے مبہم تنک عزت کے شقوں کو ہتھیار بنا کر فوجی کارروائیوں یا جبری گمشدگیوں کی کوریج کرنے والے رپورٹرز کو ڈرانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ بلوچستان میں بھی اسی طرح کے رجحانات نظر آتے ہیں، جہاں ریاست صحافیوں کے تحفظ کی ذمہ داری تسلیم کرتی ہے لیکن مؤثر طریقے نافذ کرنے میں ناکام رہتی ہے، جس سے رپورٹرز شدت پسندوں اور سکیورٹی فورسز دونوں کے درمیان پھنس جاتے ہیں۔

قانونی فریم ورک دباؤ کے فرنٹ لائن آلہ کار (ٹولز) بن چکے ہیں۔ پنجاب ڈیفیمیشن ایکٹ 2024 کے تحت خصوصی ٹریبونلز اور 30 لاکھ روپے تک جرمانے عائد کیے گئے، جس سے اخراجات بڑھ گئے اور تحقیقات شروع ہونے سے پہلے ہی رک گئیں۔ 2025 میں پیکا کی ترامیم نے 'جعلی معلومات' کی شقوں کے دائرہ کار کو بڑھادیا، جس سے صحافیوں پر الزام لگانا آسان اور الزامات کے خلاف دفاع کرنا مشکل ہو گیا۔ یہ قوانین، جو بظاہر ڈیجیٹل سپیس کو ریگولیٹ کرنے کے لیے بنائے گئے تھے، بار بار تنقیدی آوازوں کو خاموش کرنے کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کیے گئے، جو پہلے سے ضبط کے رجحان کو مضبوط کرتے ہیں۔

1.2. غیر ریاستی کردار : شدت پسند، مافیاء اور انتہا پسند گروہ

غیر ریاستی عناصر صحافیوں پر اتنا ہی شدید دباؤ ڈالتے ہیں۔ خیبر پختونخوا میں کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹٹی پی) جیسی عسکری تنظیمیں عوامی وارننگز جاری، شہت کوریج کا مطالبہ اور ہدف بنا کر قتل کرتی ہیں۔ بلوچستان میں علیحدگی پسند گروہ اخبارات کی تقسیم معطل کر دیتے ہیں اور ان میڈیا اداروں کو دھمکیاں دیتے ہیں جو ان کے پیغام سے ہم آہنگ نہیں ہوتے۔ گلگت بلتستان ایک مختلف صورت حال پیش کرتا ہے، جہاں انتہا پسند مذہبی تنظیمیں اور لینڈ مافیاء ہشت گردی یا جائیداد کے تنازعات پر پور ٹنگ کرنے والے صحافیوں کو ڈراتی ہیں۔ جنوبی پنجاب میں فرقہ وارانہ گروہ اور انتہا پسند نیٹ ورکس آزاد رپورٹنگ کے خلاف جوابی کارروائی کرتے ہیں، دھمکیوں، اغواء، اور تشدد کا استعمال کرتے ہوئے کوریج کو روکنے کے لیے کرتے ہیں۔

مجرمانہ نیٹ ورکس ان خطرات کو بڑھاتے ہیں۔ وسطی پنجاب میں منشیات فروشوں نے صحافیوں کے دفاتر پر حملہ کیا ہے جبکہ جنوبی کے پی میں اغوا برائے تادان کے گروہ سہلنگ کے راستوں پر تحقیقاتی رپورٹنگ کے خلاف جوابی کارروائی کرتے ہیں۔ سندھ میں دریائے علاقوں میں ڈاکو گینگ مفروروں کو پناہ دیتے ہیں اور صحافیوں کے لیے نئے خطرات پیدا کرتے ہیں۔ 2024 میں جان محمد مہر کے قتل کے بارے میں خیال ہے کہ وہ ایسے ہی نیٹ ورکس سے جڑا ہے۔ یہ عناصر کمزور ریاستی تحفظ اور جغرافیائی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ایسے زون بناتے ہیں جہاں آزادانہ رپورٹنگ تقریباً ناممکن ہے۔

1.3. سیاسی جماعتیں اور مقامی طاقتور عناصر

پاکستان بھر کے سیاسی عناصر معمول کے مطابق میڈیا کے بیانیے کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر میں صحافی طاقتور افراد اور تنظیموں کی طرف سے دھمکیاں رپورٹ کرتے ہیں جہاں ذات پات سے وابستگی خبروں کی کوریج پر رد عمل کی تشکیل کرتی ہے۔ شمالی پنجاب میں سیاسی پابندیاں اور غیر رسمی ہدایات اپوزیشن رہنماؤں کی ٹیلی ویژن کوریج کو محدود کرتی ہیں، جبکہ جنوبی پنجاب میں، 2018 سے سیاسی عدم برداشت میں اضافہ ہوا ہے، جس سے صحافیوں کے لیے خطرات بڑھ رہے ہیں۔ بلوچستان میں سیاست دان اکثر صحافیوں پر حملوں کو 'معاشرتی مسائل' کے طور پر مسترد کرتے ہیں اور تشدد کو جمہوری اصولوں کی خلاف ورزی کے بجائے ثقافتی روایت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مقامی طاقتور عناصر، جن میں جاگیردار اور قبائلی رہنما شامل ہیں، دیہی علاقوں میں غیر متناسب اثر و رسوخ استعمال کرتے ہیں۔ سندھ میں وڈیروں اور جاگیرداروں کی شناخت آزادی اظہار کو دھمکیاں دینے والے اہم ملزمان کے طور پر کی جاتی ہے، جو اکثر سیاسی جماعتوں اور پولیس کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ بلوچستان میں قبائلی سرداروں کو صحافیوں کے خلاف تشدد میں براہ راست ملوث کیا گیا ہے، 2022 میں انور جان کھیران کے قتل جیسے واقعات نے قائم اختیار کو چیلنج کرنے کے مہلک نتائج کی نشاندہی کی ہے۔ یہ عناصر سیاسی اور سماجی دباؤ کے درمیان فرق کو دھندلا دیتے ہیں، طاقت کے مقامی ڈھانچے کے اندر خطرات کو شامل کرتے ہیں۔

1.4. معاشی دباؤ اور میڈیا کی ملکیت

اقتصادی کمزوری ہر خطے میں ایک موجود خطرہ ہے۔ جی بی اور اے جے کے میں صحافی خود کو مالی طور پر کمزور بناتے ہیں، جو انہیں بیوروکریٹس اور کاروباری مفادات کے لیے آسان ہدف بناتے ہیں۔ شمالی پنجاب میں بغیر ادائیگی کے مزدوری اور اشتہارات کی آمدن پر انحصار ایسے حالات پیدا کرتا ہے جہاں 'فننس کی طرف سے سنسرشپ قانونی نوٹس سے زیادہ تیزی سے اثر کرتی ہے'، میڈیا ہاؤسز، جو تیزی سے کارپوریٹ اداروں کے طور پر کام کر رہے ہیں، صحافتی سالمیت پر تجارتی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں، اکثر مشہورین یا سیاسی سرپرستوں کے دباؤ کے بعد خبریں ترک کر دیتے ہیں۔ میڈیا کی ملکیت خود ایک دھمکی آمیز عنصر کے طور پر کام کرتی ہے۔ سندھ میں یونین کے رہنما کچھ میڈیا مالکان پر انگلی اٹھاتے ہیں کہ اگر صحافی طاقتور گروپوں کی تنقید رپورٹس پر ان سے معافی نہیں مانگتے تو وہ نوکریوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ وسطی پنجاب میں یونینوں اور پریس کلبوں کی کمزور ادارہ جاتی حمایت عدم تحفظ کو

بڑھاتی ہے، جس سے ضلعی سطح کے صحافی تحفظ کے بغیر رہ جاتے ہیں۔ اس طرح معاشی جبر قانونی اور سیاسی دباؤ کے ساتھ کام کرتا ہے، خود سنسر شپ کو تقویت دیتا ہے اور اختلاف رائے کو خاموش کرتا ہے۔ ڈان جیسے اہم تدریقی گروپوں کو پبلک سیکٹر کے اشتہارات سے مسلسل انکار، صحافیوں کو اچھی طرح سے رکھنے اور انہیں ادائیگی کرنے کی میڈیا کی صلاحیت کو بھی متاثر کرتا ہے۔

1.5. سماجی و ثقافتی دباؤ اور صحافتی عدم اتحاد

سماجی و ثقافتی پہلو میڈیا کے منظر نامے کو مزید پیچیدہ بناتی ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر میں ذات پات کی وابستگی رپورٹنگ پر رد عمل کا تعین کرتی ہے، صحافیوں کو ان کی برادری کی شناخت کی عینک سے جانچا جاتا ہے۔ جی بی میں نسلی اور فرقہ وارانہ تقسیم خطرات کو بڑھا دیتی ہے، رپورٹرز کو خبردار کیا جاتا ہے کہ وہ بعض علاقوں یا موضوعات کو کور نہ کریں۔ جی بی اور جنوبی پنجاب میں فرقہ وارانہ کشیدگی ایک خطرناک ماحول پیدا کرتی ہے جہاں ایمان دارانہ رائے بھی تشدد کو بھڑکا سکتی ہے۔ خاص طور پر پنجاب میں صنفی بنیاد پر نظر انداز کرنا بھیانک ہے۔ صوبہ کے جنوبی حصوں سمیت پنجاب کے بیشتر اضلاع میں خواتین صحافی بڑی حد تک پریس کلبوں میں نہیں ہیں اور انہیں اسائنمنٹ نہیں دی جاتی ہے، جو شمولیت کی راہ میں رکاوٹوں کو ظاہر کرتا ہے۔ وسطی پنجاب میں، خواتین صحافی پیکا کو ایک مستقل خطرے کے طور پر بیان کرتی ہیں، جہاں ہراسیت کے خلاف مزاحمت کے لیے محدود ادارہ جاتی مدد موجود ہے۔

صحافی برادری میں اندرونی تقسیم اجتماعی مزاحمت کو کمزور کرتی ہے۔ پاکستان میں صحافیوں کی بڑی تنظیم۔ پی ایف یو۔ کے کم از کم پانچ دھڑے ہیں۔ یونیوں اور پریس کلبوں کے اندر اس دھڑے بندی نے حالیہ برسوں میں یکجہتی کو کمزور کیا ہے، حریف ایک دوسرے پر خطرناک عناصر کے ساتھ ملی بھگت کا الزام لگا رہے ہیں۔ یہ تقسیم ریاستی اداروں اور میڈیا مالکان دونوں کے لیے موزوں ہے، جو اجتماعی سودے بازی کی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے تقسیم کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ زیادہ تر مقامات پر خاص طور پر وفاقی اور صوبائی دارالحکومتوں کے علاوہ دیگر اضلاع میں، یونیز اپنہ اراکین کو مناسب مدد فراہم کرنے سے قاصر ہیں، جس سے بہت سے صحافی اکیلے رہ گئے ہیں۔

1.6. علاقائی تغیرات اور مشترکہ تعلق

اگرچہ خطرے کے عناصر مختلف علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں، لیکن مشترکہ تعلق ابھرتا ہے۔ بلوچستان اور کے پی جیسے تنازعات کے شکار علاقوں میں عسکریت پسند اور سکیورٹی ایجنسیاں پر خطر منظر نامے پر حاوی ہیں۔ پنجاب میں قانونی طریقے، معاشی دباؤ اور سیاسی پابندیاں زیادہ نمایاں ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر اور جی بی میں سماجی و ثقافتی ڈھانچے ذات پات کی وابستگی، نسلی شناخت اور فرقہ وارانہ تقسیم۔ صحافیوں کو درپیش خطرات کی تشکیل کرتے ہیں۔ سندھ میں سیاسی جماعتوں، جاگیرداروں، انٹیلی جنس ایجنسیوں اور میڈیا مالکان کا گٹھ جوڑ اختلاف رائے کو دبائے کے لیے اکٹھا ہو جاتا ہے، جو صحافی برادری کی اندرونی تقسیم کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔ ان تبدیلیوں کے باوجود، مجموعی اثر حیرت انگیز طور پر ملتا جلتا ہے: خوف کی موجودگی، از خود سنسر شپ اور اپنے آپ کو پہلے سے روکنا۔ پاکستان بھر کے صحافی اپنی حالت کو دکر اس فائر کے درمیان کام کرنا بیان کرتے ہیں، مختلف متوازی دباؤ سے ٹٹتے ہیں جو آزادانہ رپورٹنگ کے لیے بہت کم گنجائش چھوڑتے ہیں۔ خطرات کے بارے میں ڈیٹا اکٹھا کرنے کے منظم نظام کا نہ ہونا مسئلے کو مزید دھندلا، استثنیٰ کو تقویت دیتا ہے اور احتساب کو کمزور کرتا ہے۔

خلاصہ: پاکستان میں آزادی اظہار کو لاحق خطرات کثیرہ جہتی ہیں، جو ملک کے متنوع جغرافیہ، آبادی اور سیاسی ڈھانچے کی عکاسی کرتے ہیں۔ ریاستی ادارے، غیر ریاستی عناصر، سیاسی جماعتیں، معاشی دباؤ، سماجی و ثقافتی محرکات اور صحافیوں کی صفوں میں تقسیم ایک ایسا ماحول پیدا کرنے کے لیے اکٹھا ہو جاتے ہیں جو آزاد صحافت کے خلاف ہو۔ علاقائی تبدیلیاں ان چیلنجوں کی پیچیدگی کو اجاگر کرتی ہیں، لیکن مشترکہ تعلق ایک ایسے نظامی بحران کو ظاہر کرتے ہیں جو جمہوری مکالمے کو کمزور کرتا ہے۔

پاکستان میں میڈیا پر یکیشنرز کے لیے بہتری کی خواہش سے عاری سروس سٹرکچر اور حالات

حالات: پاکستان میں میڈیا پر یکیشنرز کے لیے ملازمت کا ڈھانچہ اب بھی کافی حد تک ناکافی ہے، جس سے صحافت کی ایک پیشے کے طور پر پائیداری اور عوام کے لیے دستیاب معلومات کے معیار دونوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ مختلف خطوں میں—آزاد جموں و کشمیر، بلوچستان، جی بی، کے پی، صوبہ پنجاب اور سندھ کے شمالی، وسطی علاقوں میں صحافیوں کو منظم طریقے سے نظر انداز، مالی عدم تحفظ اور ادارہ جاتی ناکامیوں کا سامنا ہے جو اجتماعی طور پر میڈیا لائڈسٹری کی بنیادوں کو کھوکھلا کرتی ہیں۔ یہ تجزیہ علاقائی شہادتوں کو ملاتا ہے اور پاکستان کے میڈیا کے منظر نامے کو تشکیل دینے والی ساختی خامیوں کا خاکہ پیش کرتا ہے۔

2.1. مالی عدم تحفظ اور اجرت کی خلاف ورزیاں

پاکستان کے میڈیا سروس سٹرکچر کی سب سے مستقل خصوصیات میں سے ایک کم اجرتیں، ادائیگیوں میں تاخیر اور ادائیگی نہ کرنا ہے۔ آزاد جموں و کشمیر میں صحافیوں کو اکثر کوئی تنخواہ نہیں ملتی، کچھ صحافی بغیر کسی معاوضے کے قومی اداروں کی جانب سے متعدد اضلاع کی کوریج کرتے ہیں۔ بلوچستان میں تنخواہیں نہ صرف دیگر صوبوں کے مقابلے میں کم ہیں بلکہ حکومتی اشتہاری کونہ کی وجہ سے اکثر مہینوں تک تاخیر کا شکار رہتی ہیں، جس کی وجہ سے رپورٹرز زندگی کے بنیادی اخراجات پورے کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ گلگت۔ بلتستان بھی اسی طرح کے چیلنجز کا سامنا کرتا ہے، جہاں معروف میڈیا ہاؤسز بھی کئی سالوں سے عملے کو تنخواہ نہیں دے رہے، جس کی وجہ سے صحافی محض جذبے ناکہ مالی بقا کی وجہ سے اس پیشے میں رہتے ہیں۔

خیبر پختونخوا میں دو ماہ تک اجرتوں میں تاخیر معمول کی بات ہے، اور تنخواہیں 12,000 روپے تک کم ہیں جو صوبائی کم از کم اجرت کی حد سے کہیں کم ہیں۔ شمالی پنجاب صورت حال کی ابتری کو مزید واضح کرتا ہے: بڑے چینلز کے ساتھ کام کرنے والے بہت سے صحافی تنخواہ نہیں لیتے بلکہ متوازی کاروباروں یا علامتی میڈیا کارڈز پر انحصار کرتے ہیں جو بغیر روزی روٹی کے وابستگی فراہم کرتے ہیں۔ وسطی پنجاب بھی اسی رجحان کی عکاسی کرتا ہے، جہاں معروف اخبارات کی جانب سے 40 فیصد تک تنخواہوں میں کمی کی گئی جو پھر کبھی بحال نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے صحافی کم از کم اجرت سے کم پر کام کرتے ہیں۔ جنوبی پنجاب میں مہنگائی کے باوجود اجرتیں کئی سالوں سے جمود کا شکار رہی ہیں، کچھ اخبارات صحافیوں سے عہدے رکھنے کے لیے ڈپازٹ جمع کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ سندھ میں تنخواہوں میں تاخیر عام ہے اور بہت سے ضلعی نامہ نگاروں کو کہا جاتا ہے کہ وہ خود 'متبادل تلاش کریں'، جس سے انہیں بدعنوانی کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔ اس تمام صورت حال کا مجموعی اثر اس پیشے پر یہ ہے کہ یہ دائمی مالی عدم تحفظ کا شکار ہے۔ پاکستان بھر میں صحافیوں کو لیبر قوانین کے تحت ضمانت شدہ کم از کم اجرت سے بھی محروم رکھا جاتا ہے، اور اجرت چوری اور من مانی برطریاں عام ہیں۔ یہ معاشی کمزوری نہ صرف روزگار کو نقصان پہنچاتی ہے بلکہ صحافتی دیانت داری کو بھی متاثر کرتی ہے، کیونکہ ماہرین کو متبادل آمدنی کے ذرائع یا مفاد ذاتی گروہوں سے فائدہ حاصل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

2.2. میڈیا معیشت : حکومتی اشتہارات پر انحصار اور کمزور کاروباری ماڈلز

میڈیا انڈسٹری کا حکومتی اشتہارات پر انحصار ساختی کمزوریوں کو بڑھاتا ہے۔ آزاد جموں و کشمیر میں مقامی ادارے آمدنی کے لیے تقریباً مکمل طور پر پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ (پی آئی ڈی) پر انحصار کرتے ہیں جبکہ بلوچستان میں وفاقی کوٹے قومی بیوروں کے لیے ہیں، جس سے علاقائی اخبارات فنڈز کی کمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کا پرنٹ میڈیا تاریخی طور پر سرکاری اشتہارات پر زندہ رہا ہے، لیکن یہ حمایت کم ہوئی ہے، جس کی وجہ سے اخبارات کو وسائل ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کی طرف منتقل کرنا پڑتے ہیں۔

ریاستی سرپرستی پر انحصار سیاسی اثر و رسوخ اور ادائیگی میں تاخیر کا خطرہ پیدا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، بلوچستان کے اخبارات اشتہارات کی ادائیگیوں میں سات ماہ کی تاخیر سے نبرد آزما ہیں جس کی وجہ سے وہ فعال رہنے کے لیے قرض پر کاغذ خریدنے اور عملے کی تعداد میں کٹوتی کرتے ہیں۔ سندھ میں، متواتر حکومتیں پریس کلبر اور یونینز کو گرانٹس دیتی ہیں لیکن لیبر قوانین نافذ کرنے میں ناکام رہتی ہیں، جس سے بغیر ساختی اصلاحات کے یہ انحصار برقرار رہتا ہے۔ مختلف علاقوں میں متنوع آمدنی کے ذرائع کی عدم موجودگی میڈیا ہاؤسز کو آزادانہ طور پر کام جاری رکھنے سے قاصر کرتی ہے، جس سے عدم تحفظ اور کنٹرول کے گرداب مزید مضبوط ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس، حکومتی ایما پر اشتہارات سے انکار صحافت کی بقا پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ 2024-25 کے دوران حکومت نے ڈان میڈیا گروپ پر اشتہارات پر طویل عرصے سے غیر اعلانیہ پابندی جاری رکھی۔ میڈیا ایسوسی ایشنز جیسے اے پی این ایس، پی بی اے، اے ای ایم این این ڈی اور پی ایف یو جے کا کہنا ہے کہ سرکاری اشتہارات کی بندش اس اہم اخبار پر اس کی تنقیدی اور آزاد ادارہ پالیسی کی وجہ سے ہدف پابندی سے بڑھ کر ایک جامع ناکہ بندی میں تبدیل ہو گئی ہے جو اس کی بقا کو متاثر کرتی ہے۔ حکومت نے پابندی سے متعلق کبھی باضابطہ نوٹیفیکیشنز جاری نہیں کیے بلکہ بڑی قومی مہم کے اشتہارات کو روک دیا جو تقریباً تمام دیگر مرکزی دھارے کے میڈیا کو تقسیم کی گئیں۔

2.3. ملازمتی عدم تحفظ اور صوابدیدی برطریاں

پاکستان کے میڈیا سیکٹر میں ملازمت کا تحفظ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ آزاد جموں و کشمیر میں صحافیوں کو خبریں شائع کرنے کے بعد بغیر کسی وضاحت کے برطری کا خطرہ ہوتا ہے۔ خیبر پختونخوا میں حالیہ برسوں میں اچانک برطریوں نے درجنوں رپورٹرز، کیمرہ مین اور ایڈیٹرز کو بے روزگار کر دیا ہے۔ وسطی پنجاب ان اعلیٰ تعلیم یافتہ صحافیوں کی حالت زار کو اجاگر کرتا ہے جن کے پاس دہائیوں کا تجربہ ہے اور جو مواقع کی کمی کی وجہ سے نوکریاں کھو چکے ہیں جبکہ جنوبی پنجاب میں پرنٹ میڈیا کے زوال کے بعد ہزاروں برطریوں کی اطلاع دی گئی ہے۔

سندھ وسیع تر قومی رجحان کی عکاسی کرتا ہے، جہاں معاشی بحرانوں نے میڈیا ہاؤسز کو بیوروں کو بند کرنے، تنخواہوں میں کٹوتی اور عملے کو برطرف کرنے پر مجبور کیا ہے۔ تمام صورتوں میں برطریاں بغیر قانونی عمل یا تحفظات کے تحت ہوتی ہیں، جس سے صحافی استحصال کا شکار ہو جاتے ہیں اور پائیدار کیریئر کی منصوبہ بندی نہیں کر پاتے۔ باضابطہ معاہدوں، گریڈنگ سسٹمز یا ملازمت کی تفصیلات کی عدم موجودگی تحفظ کو کم کر دیتی ہے، خاص طور پر دیہی اضلاع میں جہاں رپورٹرز کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ انہیں باآسانی نکالا جاسکتا ہے۔

2.4. ضلعی نمائندوں کا استحصال

پاکستان بھر میں ضلعی سطح کے صحافیوں کو سب سے سخت حالات کا سامنا ہے۔ شمالی پنجاب میں، نمائندوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خود اشتہارات کے ذریعے آمدن حاصل کریں، بعض اوقات بحران کے دوران میڈیا ہاؤسز کو پیسے دینے کو بھی کہا جاتا ہے۔ جنوبی پنجاب کے اخبارات ضلع رپورٹرز سے اضافی ضمیمے یا ماہانہ رقم ادا کرنے کا تقاضا کرتے ہیں، جس سے کاروبار کو صحافتی دیانت داری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ سندھ میں پیشہ ورانہ پس منظر یا صلاحیت کی پرواہ کیے بغیر گارنٹی یا ضمانت کی رقم، نامہ نگاروں سے طلب کی جاتی ہے۔

یہ طریقے صحافت کو کاروبار بنادیتے ہیں، رپورٹرز کو معلومات فراہم کرنے والے کے بجائے ریونیو ایجنٹ بنادیتے ہیں۔ جنوبی پنجاب اور سندھ میں غیر صحافیوں کو پریس کارڈ جاری کرنا ساکھ کو مزید نقصان پہنچاتا ہے، جس سے صحافت سے کوئی تعلق نہ رکھنے والے افراد مراعات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جبکہ حقیقی پریکٹیشنرز بغیر معاوضہ کے رہتے ہیں۔ ایسا استحصال پیشہ ورانہ معیار کو کمزور کرتا ہے اور غیر اخلاقی عمل کو فروغ دیتا ہے، کیونکہ صحافیوں کو اپنے آپ کو فعال رکھنے کی خاطر اپنے موقف پر سمجھوتہ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

2.5. پیشہ ورانہ ترقی اور تربیت کی کمی

پیشہ ورانہ ترقی کے مواقع اکثر علاقوں میں کم ہیں، جس کی وجہ سے صحافی تکنیکی اور صنعتی تبدیلیوں کے مطابق خود کو ڈھالنے کے قابل نہیں ہیں۔ وسطی پنجاب میں ضلعی صحافیوں کو نئی ٹیکنالوجی کی تربیت نہیں ملتی، جس کی وجہ سے انہیں ذاتی وسائل پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ جنوبی پنجاب انسانی حقوق کی رپورٹنگ میں صلاحیت سازی کی کمی کو اجاگر کرتا ہے جبکہ گلگت بلتستان محدود تعلیمی پروگراموں کا شکار ہے، جہاں صرف قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی ایک صحافت کی ڈگری کورس دستیاب ہے۔

سندھ اس مسئلے کو مزید اجاگر کرتا ہے، جہاں دیہی صحافیوں کو بغیر کسی خصوصی تربیت کے مختلف موضوعات پر متعدد خبریں تیار کرنی پڑتی ہیں، جس سے غلطیوں کے سنگین نتائج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ تعلیم اور صنعت کے درمیان فرق اب بھی وسیع ہے، جو نوجوانوں کے داخلے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور پیشہ کے مستقبل کو کمزور کرتا ہے۔ منظم تربیت اور پیشہ ورانہ ترقی کے بغیر، صحافیوں کو بدلتے ہوئے تقاضوں کو پورا کرنے میں مشکل پیش آتی ہے، جو عدم تحفظ اور استحصال کے گرداب کو مضبوط کرتا ہے۔

2.6. مزدور قوانین کا کمزور نفاذ اور یونین میں تقسیم

لیبر قوانین کا ناقص نفاذ ملک گیر مسئلہ ہے۔ پاکستان کی جانب سے متعدد آئی ایل او کنونشنز کی توثیق کے باوجود، صحافی عام طور پر 15 گھنٹے تک بغیر کسی اور نام ادائیگی، صحت یا حفاظتی تحفظات کے کام کرتے ہیں۔ قانونی و توجہ بورڈ ایوارڈ ابھی تک نافذ نہیں ہوا اور ریگیلٹری قوانین میں ترامیم نے تنخواہوں میں تاخیر کو قانونی حیثیت دی ہے، جو مزدوروں کے بنیادی حقوق کو نقصان پہنچا رہی ہے۔

خلاصہ: پاکستان میں میڈیا کے پیشہ ور افراد کے لیے ناقص سروس سٹرکچر ایک نظام ہے، جو مختلف علاقوں اور میڈیا فارمیٹس میں پھیلا ہوا ہے۔ معاشی عدم تحفظ، حکومتی اشتہارات پر انحصار، روزگار کی غیر یقینی صورت حال، ضلعی رپورٹرز کا استحصال، پیشہ ورانہ ترقی کی کمی اور لیبر قوانین کا کمزور نفاذ اجتماعی طور پر اس پیشہ کو کمزور کرتا ہے۔ یہ خامیاں نہ صرف صحافیوں کی روزی روٹی کو متاثر بلکہ صحافت کی سالمیت کو بھی کمزور کرتی ہیں، غیر اخلاقی عمل کو فروغ دیتی ہیں اور میڈیا کے جمہوری ادارے کے طور پر کردار کو کمزور کرتی ہیں۔

پاکستانی صحافت اور میڈیا میں صنفی عدم مساوات

صورت حال: پاکستان بھر میں صحافت اور میڈیا میں صنفی نمائندگی کی صورت حال ایک مستقل عدم توازن کی عکاسی کرتی ہے جو سروس سٹرکچر کی نظامی کمزوریوں سے جڑی ہوئی ہے۔ علاقائی اختلافات کے باوجود، ایک مشترکہ رجحان سامنے آتا ہے۔ خواتین صحافیوں کو الگ رکھنے، ناکافی ادارہ جاتی معاونت، اجرتوں میں فرق اور غیر محفوظ ملازمت جیسے حالات کا سامنا ہے جو اجتماعی طور پر ان کی پیشے میں شمولیت کو کمزور کرتے ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر، بلوچستان، گلگت بلتستان، خیبر پختونخوا، صوبہ پنجاب اور سندھ کے شمالی، وسطی اور وسطی علاقوں میں یہ تجربہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ کس طرح ناقص سروس سٹرکچر پاکستانی صحافت کے منظر نامے میں صنفی عدم مساوات کو برقرار رکھتے ہیں۔

3.1. ادارہ جاتی علیحدگی اور پریس کلب کی رکنیت

پریس کلب اور یونینز، جو صحافیوں کے پیشہ ور گڑھ کے طور پر کام کرتی ہیں، پاکستانی صحافت کے منظر نامے میں خواتین کے لیے زیادہ تر ناقابل رسائی ہیں۔ سال 2025 تک آزاد جموں و کشمیر میں پچاسی پریس کلب ممبران میں سے صرف دو خواتین کو رکنیت دی گئی تھی جبکہ گلگت بلتستان کے ریکارڈز کے مطابق پریس کلب میں سو سے زائد مردہم منصبوں کی فہرست میں صرف دو مستقل خواتین ممبران شامل ہیں۔ جنوبی پنجاب بھی ملتان، بہاولپور اور دیر غازی خان اضلاع کے بڑے پریس کلبوں میں درجنوں سے کم خواتین ممبران کی موجودگی انہیں دور رکھنے کے رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ سندھ کے حیدرآباد پریس کلب میں صرف چھ خواتین ممبران تھیں، جو نمائندہ اداروں میں خواتین صحافیوں کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اعداد و شمار خواتین کو پیشہ ورانہ نیٹ ورکس میں شامل کرنے میں ساختی ناکامی کو ظاہر کرتے ہیں، جس سے انہیں وسائل، رہنمائی اور اجتماعی بارگیننگ کی طاقت سے محروم رکھا گیا ہے۔

3.2. اجرت میں فرق اور مالی عدم تحفظ

پاکستانی صوبوں اور علاقوں میں مرد اور عورتوں کے درمیان اجرتوں میں عدم مساوات ایک نمایاں رکاوٹ کے طور پر سامنے آتی ہے۔ خیبر پختونخوا میں خواتین میڈیہ طور پر مساوی کرداروں کے لیے مردوں کے مقابلے میں 20 سے 40 فیصد کم کماتی ہیں جبکہ بہت سی خواتین بغیر معاوضہ کے سٹرنگرز ہیں۔ شمالی پنجاب میں پرنٹ میڈیا کے زوال اور حالیہ برسوں میں کٹوتی کے دوران خواتین نے سب سے پہلے ملازمتیں کھوئیں، جو ان کی غیر مستحکم ملازمت کے ڈھانچے کی کمزوری کی عکاسی کرتی ہے۔

سندھ کی خواتین صحافی بھی مرد ساتھیوں کے مقابلے میں غیر مساوی اجرت کی رپورٹ دیتی ہیں اور کوئی رسمی مساوی اجرت کا نظام موجود نہیں ہے۔ جی بی ایس ایو سی کو اجاگر کرتی ہیں جو بغیر یا کم تنخواہ والے عہدوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے خواتین صحافت سے گریز یا ترک کر کے زیادہ مالی طور پر محفوظ پیشوں کی طرف جاتی ہیں۔ یہ فرق زندگی کے دوران چھٹی، بچوں کی دیکھ بھال کی سہولیات اور ٹرانسپورٹ الاؤنسز کی عدم موجودگی سے مزید بڑھ جاتا ہے، جس سے یہ تاثر مضبوط ہوتا ہے کہ صحافت خواتین کے لیے ناقابل عمل ہے۔

3.3. سہولیات اور کام کی جگہ پر انفراسٹرکچر کی کمی

پاکستان کے میڈیا منظر نامے میں کام کی جگہ کا بنیادی انفراسٹرکچر ناکافی ہے۔ شمالی پنجاب میں خواتین صحافیوں نے نیوز رومز میں واش رومز کی عدم موجودگی کی اطلاع دی جبکہ وسطی پنجاب میں علیحدہ ہاتھ رومز اور بچوں کی دیکھ بھال جیسی سہولیات زیادہ تر دستیاب نہیں تھیں۔ اگرچہ بتدریج اصلاحات متعارف کرائی گئی ہیں۔ جیسے فیصل آباد پر بیس کلب نے خواتین کے لیے الگ کمرہ اور واش روم فراہم کیا۔ یہ اب بھی منفرد واقعات ہیں نہ کہ معمول۔ بلوچستان میں خواتین کے لیے انٹرنل شپ کے مواقع محدود ہیں کیونکہ شٹل سروسز اور محفوظ کام کے اوقات جیسے ضروری سہولیات موجود نہیں ہیں۔ صنفی لحاظ سے حساس انفراسٹرکچر کی کمی خدمات کے ڈھانچے کی وسیع تر نظر اندازی کی عکاسی کرتی ہے، جو خواتین کے صحافت کے کیریئر میں داخل ہونے یا برقرار رکھنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔

3.4. حفاظتی خدشات اور ادارہ جاتی غفلت

تحفظ اور سلامتی جنس کے حوالے سے ناقص خدماتی ڈھانچوں کا ایک اور پہلو ہیں۔ زیادہ تر علاقوں میں اکثر ادارہ جاتی حمایت کے بغیر خواتین صحافیوں کو ہراسانی، دھمکیاں اور کردار کشی کا سامنا ہوتا ہے۔ آزاد جموں و کشمیر میں خواتین نے تحقیقی رپورٹنگ کے بعد آن لائن ہراسانی اور بالواسطہ دھمکیوں کی اطلاع دی۔ بلوچستان میں خواتین کو پرتشدد تنازعات کی وجہ سے فیلڈ اسائنمنٹس سے روکا گیا اور ایڈیٹرز خطرناک کوریج کے لیے لاجسٹک یا مالی مدد فراہم کرنے میں ناکام رہے۔ سندھ میں صحافی جاگیر دار اشرافیہ، سیاست دانوں اور پولیس کی طرف سے دھمکیوں کا ذکر کرتے ہیں اور میڈیا ہاؤسز ان کی حفاظت کی ذمہ داری لینے سے انکار کرتے ہیں۔

سب سے معروف پاکستانی خواتین صحافی بھی ہدف بنا کر کیے گئے حملوں سے محفوظ نہیں رہتیں، جن میں دھونس، دھمکیاں، ٹرونگ اور ڈانگ (کسی فرد کی نجی، شناختی معلومات - جیسے گھر کا پتہ، فون نمبر یا کام کی جگہ کی تفصیلات - ان کی اجازت کے بغیر شائع کرنا) شامل ہیں۔ ان میں عاصمہ شیرازی، بینظیر شاہ، شامز، غریبہ فاروقی، صبا اعتراز، شاہینہ شاہین، فائزہ گیلانی اور دیگر شامل ہیں۔ پاکستانی میڈیا ہاؤسز میں حفاظتی پالیسیوں کی عدم موجودگی بین الاقوامی تنظیموں سے بالکل مختلف ہے، جو حفاظتی پروٹوکول نافذ کرتی ہیں اور صحافیوں کی سکیورٹی کو ترجیح دیتی ہیں۔ یہ غفلت نہ صرف خواتین کو خطرے میں ڈالتی ہے بلکہ ان کی آزادانہ رپورٹنگ کی صلاحیت کو بھی محدود کرتی ہے، جس سے شہریوں کے معلومات کے حق کو نقصان پہنچتا ہے۔

3.5. ثقافتی قدامت پسندی اور محدود نقل و حرکت

ناقص سروس سٹرکچر ثقافتی قدامت پسندی کے ساتھ مل کر خواتین کی نقل و حرکت اور پیشہ ورانہ ترقی کو محدود کرتے ہیں۔ خیر پختو خواتین، خواتین صحافی زیادہ تر پیشہ ور تک محدود ہیں، دیہی اضلاع میں خاندانی مخالفت اور محفوظ ٹرانسپورٹ کی کمی کی وجہ سے وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جنوبی پنجاب میں مردانہ روایات خواتین کو مشکل خبروں کی کوریج سے روکتے ہیں، انہیں 'نرم' موضوعات جیسے لائف سٹائل یا انسانی دلچسپی کی کہانیوں تک محدود کر دیتے ہیں۔ گلگت بلتستان بھی اسی طرح کے دباؤ کی عکاسی کرتا ہے، جہاں معاشرتی بدنامی اور دشمنانہ ماحول خواتین کو کھلے عام رپورٹنگ سے روکتے ہیں، حالانکہ ہنزہ جیسے علاقوں میں خواتین کی شرح زیادہ ہے۔ یہ پابندیاں ادارہ جاتی میکانزم کی عدم موجودگی کی وجہ سے بڑھ جاتی ہیں - جیسے محفوظ ٹرانسپورٹ، صنفی حساس پالیسیاں اور شکایات کے ازالے کے نظام - جو ثقافتی رکاوٹوں کو کم کر سکتے تھے۔

3.6. پیشہ ورانہ تربیت اور ڈیجیٹل تبدیلی

پاکستان میں پرنٹ جرنلزم کے زوال اور آزاد ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے عروج نے خواتین کے لیے نئے چیلنجز پیدا کیے ہیں۔ شمالی پنجاب میں ڈیجیٹل میڈیا کی طرف منتقلی کی کوشش کرنے والی خواتین کو تربیت اور ادارہ جاتی حمایت کی کمی کی وجہ سے رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سی خواتین نے رپورٹ کیا کہ انہیں پیشہ ورانہ صلاحیت کے بجائے ظاہری شکل کی بنیاد پر جانچا گیا ہے اور ان کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ گلگت بلتستان میں خواتین نے ڈیجیٹل اور شہری صحافت کو تیزی سے اپنایا اور آن لائن سبیس کورواپتی میڈیا کے مقابلے میں زیادہ قابل رسائی پایا ہے۔ تاہم، منظم تربیتی پروگراموں اور مالی مراعات کی عدم موجودگی ان کے ڈیجیٹل صحافت میں کیریئر برقرار رکھنے کی صلاحیت کو محدود کرتی ہے۔ مختلف علاقوں میں یونیورسٹیاں اور میڈیا ہاؤسز مناسب پیشہ ورانہ تیاری کرنے میں ناکام رہے ہیں، جس کی وجہ سے خواتین بدلتے ہوئے میڈیا منظر نامے میں جگہ بنانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

3.7. ہرسانی اور کردار کشی

ہرسانی اب بھی ایک عام مسئلہ ہے، جسے کمزور ادارہ جاتی رد عمل نے مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ آزاد جموں و کشمیر میں خواتین صحافیوں نے انٹرویوز کے دوران کردار کشی اور بالواسطہ، اکثر بدینتی یا جنسی اشاروں یا تبصروں جو کسی بد تمیزی یا جھوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کی اطلاع دی۔ سندھ میں ہرسانی اکثر قانونی لڑائیوں میں بدل جاتی ہے، جہاں خواتین کو تنظیمی حمایت کے بغیر اپنی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جنوبی پنجاب ریاستی میڈیا میں جنسی ہرسانی کے واقعات کو اجاگر کرتا ہے، جہاں سرکاری تحقیقات نے بد سلوکی کی تصدیق کی لیکن مؤثر شکایت کے طریقہ کار قائم کرنے میں ناکام رہے۔ خواتین صحافیوں کو خاموش کرنے کے لیے 'کردار کشی کے طریقوں' پر انحصار معاشرتی دشمنی اور ادارہ جاتی بے حسی دونوں کی عکاسی کرتا ہے، جو پیشے میں صنفی عدم مساوات کو مضبوط کرتا ہے۔

3.8. علاقائی فرق اور مشترکہ رجحانات

اگرچہ علاقائی سیاق و سباق مختلف ہیں، لیکن ناقص سروس سٹرکچر کے عام رجحان سامنے آتے ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر اور گلگت بلتستان میں پریس کلبز اور یونینز میں کم نمائندگی و دور رکھنے کے منظم رجحان کی عکاسی کرتی ہے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں حفاظتی خدشات اور لاجسٹک معاونت کی کمی خواتین کو فیلڈ رپورٹنگ سے روکتی ہے۔ پنجاب میں اجرتوں میں فرق، ناکافی سہولیات اور ثقافتی بدنامی خواتین کو صحافت سے باہر کر دیتی ہے۔ سندھ میں جاگیردارانہ اثر افیہ کی جانب سے خطرات اور ادارہ جاتی حفاظتی پالیسیوں کی کمی دیہی علاقوں میں خواتین کی کمزوری کو اجاگر کرتی ہے۔ اگرچہ فیصل آباد میں علیحدہ سہولیات یا پیشاور پریس کلب میں خواتین کے سیکشنز الگ الگ ہیں، وسیع تر منظر نامہ جامع تبدیلی اور شمولیت کے خلاف ہے۔

خلاصہ: شواہد اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پاکستان میں صحافت میں صنفی عدم مساوات صرف ثقافتی قدامت پسندی یا معاشرتی رویوں کا نتیجہ نہیں بلکہ بنیادی طور پر ناقص سروس سٹرکچر سے جڑی ہوئی ہے۔ پریس کلبز سے اخراج، اجرتوں میں فرق، سہولیات کی کمی، غیر محفوظ ملازمت کے حالات، ناکافی تربیت اور کمزور ادارہ جاتی رد عمل اجتماعی طور پر ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں جہاں خواتین کو دور رکھا جاتا ہے اور صحافت کے شعبے سے روکا جاتا ہے۔ یہ انتظامی خامیاں نہ صرف خواتین کی آوازوں کو خاموش کرتی ہیں بلکہ پاکستان کے میڈیا منظر نامے کی ساکھ اور شمولیت کو بھی متاثر کرتی ہیں۔ ان ساختی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے جامع اصلاحات درکار ہیں۔ جن میں مساوی اجرت کی پالیسیاں، محفوظ کام کی جگہ کے پروٹوکولز سے لے کر جامع پریس کلب کی کنیت اور پیشہ ورانہ تربیتی پروگرام شامل ہیں۔ ایسے اقدامات کے بغیر، پاکستان میں صحافت مردوں کے زیر تسلط، آبادی کے نصف حصے کی نمائندگی کرنے میں ناکام رہے گی اور متوازن اور مساوی رپورٹنگ کے جمہوری اصول کو کمزور کرے گی۔

پاکستان میں سنسرشپ کی جغرافیائی صورت حال

صورت حال: پاکستان میں صحافت کی صورت حال رچی بسی سنسرشپ سے عبارت ہے، جو ملک کے مختلف خطوں میں مختلف اور شدید شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگرچہ ملک کا آئین آزادی اظہار کی ضمانت دیتا ہے، لیکن صحافیوں کی عملی حقیقت ایک ایسے منظر نامے کو ظاہر کرتی ہے جہاں ریاستی ادارے، عسکریت پسند گروہ، معاشی دباؤ اور سماجی درجہ بندیوں کو خاموش کرنے کے لیے یکجا ہو جاتی ہیں۔ اس کا مجموعی اثر ایک ایسے میڈیا ماحول کی صورت میں سامنے آتا ہے جہاں خود سنسرشپ غالب رہتی ہے، تحقیقی صحافت کو دبا یا جاتا ہے، اور احتساب کو کمزور کیا جاتا ہے۔

4.1. ریاست کے عائد کنٹرولز اور قانونی پابندیاں

پاکستان بھر میں ریاستی ادارے صحافتی مواد پر نمایاں کنٹرول رکھتے ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر (اے جے کے) میں قانون سازی کو وسعت دے کر حکومتی شخصیات کو 'برادری' کی تعریف میں شامل کر دیا گیا ہے، جن پر تنقید سے قید ممکن ہو گئی ہے اور اختلاف رائے کو موثر طور پر جرم بنادیا گیا ہے۔ صحافی حکومت پر تنقید کرنے والے اخبارات کے اشتہارات معطل کرنے اور اداروں پر پابندی عائد کرنے کے واقعات بیان کرتے ہیں، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ انتظامی اقدامات کو آزاد رپورٹنگ دبانے کے لیے بطور ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح، گلگت بلتستان (جی بی) میں باضابطہ دائرہ اختیار نہ ہونے کے باوجود، پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پمرا) جیسے نگران ادارے چینلز کو محدود کرنے کے لیے مداخلت کرتے ہیں، جبکہ ٹیلی ویژن اور ایف ایم سٹیشنز کے لائسنس اسلام آباد سے جاری کیے جاتے ہیں، جس سے مقامی خود مختاری کی نفی ہوتی ہے۔

خیبر پختونخوا (کے پی) میں سکیورٹی اداروں کی ہدایت عسکریت پسند حملوں، شہری ہلاکتوں اور جبری گمشدگیوں کی کوریج سے منع کرتی ہیں اور سرکاری بیانات پر انحصار لازمی قرار دیتی ہیں۔ الیکٹرانک کرائمز ایکٹ کی روک تھام (پیکا) قانون ایک خوف زدہ کرنے کا ذریعہ بن چکا ہے، جس کے تحت صحافیوں کو ایسے مواد پر نوٹسز اور پہلی معلوماتی رپورٹ (ایف آئی آر) کا سامنا کرنا پڑتا ہے جسے ریاستی اداروں کے لیے ہنگامی آمیز سمجھا جاتا ہے۔ وسطی پنجاب میں بھی یہی رجحانات نظر آتے ہیں، جہاں ہنگامی عزت کے مقدمات اور پیکا کی دفعات نے از خود سنسرشپ کو مضبوط کر دیا ہے۔ صحافی اس قانون کو 'لکٹی تلوار' قرار دیتے ہیں، جو تنقیدی رپورٹنگ کی حوصلہ شکنی کرتی ہے اور خاموشی کو مزید تقویت دیتا ہے۔

4.2. عسکریت پسندوں کی عائد سنسرشپ اور متوازی پابندیاں

ریاستی مداخلت سے آگے بڑھ کر، عسکریت پسند گروہ متوازی سنسرشپ نظام نافذ کرتے ہیں۔ کے پی کے ضم شدہ قبائلی اضلاع میں کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے دھڑوں نے 'جہاد مخالف' مواد پر پابندی کے فتوے جاری کیے ہیں اور صحافیوں کو تشدد کی دھمکیاں دی ہیں۔ ضلع باجوڑ میں شہری ہلاکتوں کی کوریج کے بعد قومی روزناموں کی تقسیم روک دی گئی، جو عسکریت پسندوں کے اثر و رسوخ کی وضاحت کرتا ہے۔ بلوچستان میں

کا عدم تنظیم مقامی میڈیا کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اپنے دعوے براہ راست بین الاقوامی اداروں کو بھیجتی ہیں، جو ملکی آوازوں کو خاموش کیے جانے کی عکاسی کرتا ہے۔ عسکریت پسندوں کی عائد کردہ یہ پابندیاں معلوماتی خلا پیدا کرتی ہیں، جو آزاد رپورٹنگ عملاً ختم کر دی جاتی ہے۔

4.3. معاشی دباؤ اور مالی سنسرشپ

معاشی کمزوری خصوصاً صوبہ پنجاب میں سنسرشپ کی ایک موثر شکل کے طور پر ابھری ہے۔ شمالی پنجاب میں ضلعی سطح کے رپورٹرز، جو اکثر بلا معاوضہ یا انتہائی کم معاوضے پر کام کرتے ہیں، اپنی روزی روٹی کے تحفظ کے لیے حساس مسائل کی کوریج سے گریز کرتے ہیں۔ تنقیدی اداروں کے اشتہارات حکمت عملی کے تحت روک لیے جاتے ہیں، جیسا کہ 'ڈان' کے معاملے میں دیکھا گیا، جسے اپنے مختلف موقف کی وجہ سے اشتہارات سے محروم کیا گیا۔ یہ مالی گھٹن کھلی قدغوں کے بغیر تعمیل کو یقینی بناتی ہے اور ایک ایسا ماحول پیدا کرتی ہے جہاں سنسرشپ 'قانونی نوٹس' سے بھی تیز سفر کرتی ہے۔ بلوچستان میں حکام اشتہارات کے کوٹے کو حکومت کے زیر کنٹرول پلیٹ فارمز کی طرف موڑ کر میڈیا کے منظر نامے کو متاثر کرتے ہیں، جس سے فرمانبردار آوازوں کو برقرار رکھا جاتا ہے جبکہ آزاد آوازوں کو سائیڈ پر دھکیل دیا جاتا ہے۔ یوں یہ معاشی ماڈل کنٹرول کے ایک طریقہ کار میں تبدیل ہو جاتا ہے، جو وسائل کی تقسیم کے ذریعے سنسرشپ کو مزید مضبوط کرتا ہے۔

4.4. ڈیجیٹل نگرانی اور کنیکٹیوٹی بلیک آؤٹس

ڈیجیٹل پلیٹ فارمز، جنہیں کبھی نسبتاً آزاد سمجھا جاتا تھا، اب تیزی سے نگرانی اور اگلوں تھمی دباؤ کا نشانہ بن رہے ہیں۔ اے جے کے میں کشمیری آوازوں کو بین الاقوامی پلیٹ فارمز کے ذریعے خاموش کیا جاتا ہے، جن کے اگلوں تھمز ریاستی بیانیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جی پی کے صحافی اس بات کو اجاگر کرتے ہیں کہ فارو والز اور اگلوں تھمز کس طرح تنقیدی مسائل کو فلٹر کر دیتے ہیں، جس سے ڈیجیٹل میڈیا کی رسائی کم ہو جاتی ہے۔ جنوبی پنجاب میں سوشل میڈیا کاؤنٹس کی نگرانی کی جاتی ہے اور صحافیوں کو ایسی پوسٹس پر نتائج بھگتنا پڑتے ہیں جنہیں تنقیدی سمجھا جاتا ہے۔

کنیکٹیوٹی بلیک آؤٹس ان چیلنجز کو مزید سنگین بنادیتے ہیں۔ بلوچستان میں بار بار انٹرنیٹ شٹ ڈاؤن زد کیے گئے ہیں، جو بعض اوقات مہینوں تک جاری رہتے ہیں، جن میں 2025 بھی شامل ہے، اس سے رابطے متاثر ہوتے ہیں اور شہری صحافت محدود ہو جاتی ہے۔ کے پی میں 2025 کے دوران متعدد اضلاع میں موبائل ڈیٹا سروسز معطل کی گئیں، جس سے بروقت رپورٹنگ ناممکن ہو گئی۔ یہ اقدامات آزاد آوازوں کے لیے موجود سیس کو محدود کرتے ہیں، برادریوں کو الگ تھک کرتے ہیں اور سنسرشپ کو مزید تقویت دیتے ہیں۔

4.5. تشدد، دھمکیاں اور استثنا

صحافیوں اور دیگر میڈیا کارکنوں کے خلاف سنسرشپ کی شدید صورتیں تشدد اور دھمکیوں کے ذریعے بھی سامنے آتی ہیں۔ سندھ میں سکھر میں سینیئر صحافی جان محمد مہر کا 2024 میں قتل آزادی اظہار کی بھاری قیمت کی مثال پیش کرتا ہے۔ خاندانی جھگڑوں یا ذاتی دشمنیوں کو اکثر پیشہ ورانہ محرکات سے توجہ ہٹانے کے لیے بیان کیا جاتا ہے، جس سے احتساب کمزور ہوتا ہے اور کوریج کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

جنوبی پنجاب میں 2021 سے 2025 کے درمیان حملوں، دھمکیوں، گرفتاریوں اور قتل کے متعدد واقعات ریکارڈ کیے گئے، جو صحافیوں کو درپیش مسلسل خطرات کو اجاگر کرتے ہیں۔ اگرچہ حکام ان واقعات کو ذاتی تنازعات قرار دے کر ان کی اہمیت کم کرتے ہیں، صحافی سیاسی انتقام اور انتظامی ہراسانی کے کردار پر زور دیتے ہیں۔ کشمیر میں خواتین صحافی ہراسانی اور کردار کشی کی شکایت کرتی ہیں، جس سے ان کی صحافت میں شمولیت مزید

محدود ہو جاتی ہے۔ مختلف خطوں میں دھمکیوں کی اکثر نہ رپورٹنگ ہوتی ہے نہ انہیں شیئر کیا جاتا ہے، جس کے باعث صحافی غیر محفوظ رہتے ہیں اور تحقیقات تعطل کا شکار ہو جاتی ہیں۔

4.6. ادارہ جاتی اور سماجی دباؤ

پریس کلبز اور یونینز، جن کا مقصد صحافتی حقوق کا تحفظ کرنا ہے، خود سیاسی مداخلت اور انتظامی کنٹرول کا شکار ہیں۔ کشمیر میں پریس کلبز قانونی چارہ جوئی میں الجھے رہے ہیں جبکہ بلوچستان میں مقامی انتظامیہ نے سیاسی جماعتوں کو پریس کلبز میں تقریبات منعقد کرنے سے روک دیا، جسے صرف عدالتی مداخلت کے بعد واپس لیا گیا۔ جنوبی پنجاب میں صحافی پریس کلبز کے اندر بھی نگرانی اور مانیٹرنگ کا ذکر کرتے ہیں، جس سے محفوظ مقامات کے طور پر ان کا کردار کمزور ہو جاتا ہے۔

سماجی درجہ بندیوں سنسرشپ کو مزید پیچیدہ بنا دیتی ہیں۔ کشمیر میں پسماندہ قبائل سے تعلق رکھنے والے صحافی اپنی ہی برادریوں کے اندر دباؤ کا سامنا کرتے ہیں جبکہ بااثر گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد نتائج سے بچ نکلنے میں سندھ میں جاگیرداروں، سیاست دانوں اور قبائلی نظاموں کو بے نقاب کرنے والے صحافیوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، جو اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ جڑ پکڑ چکے طاقت کے ڈھانچے کس طرح خاموشی نافذ کرتے ہیں۔

4.7. بقا کی حکمت عملی کے طور پر از خود سنسرشپ

ان تمام دباؤ کا مجموعی اثر از خود سنسرشپ کو معمول بنادینے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ مختلف خطوں کے صحافی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ذاتی طور پر ریڈ لائنز کی فہرست رکھتے ہیں اور کن موضوعات کا احاطہ نہیں کرنا یہ فیصلہ رپورٹ کرنے سے پہلے کرتے ہیں۔ تحقیقی صحافت نایاب ہو چکی ہے، خصوصاً گلگت بلتستان میں جہاں رپورٹرز تسلیم کرتے ہیں کہ وہ 'از خود سنسرشپ' کے عادی ہو چکے ہیں۔ وسطی پنجاب میں دھمکیوں اور قانونی ہراسانی نے خاموشی قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے، جبکہ شمالی پنجاب میں مالی عدم تحفظ محتاط رپورٹنگ کو مزید تقویت دیتا ہے۔ یوں از خود سنسرشپ بقا کی حکمت عملی اور شدید سنسرشپ کے نظامی نتیجے، دونوں صورتوں میں سامنے آتی ہے۔

خلاصہ: پاکستان کے صوبوں اور دیگر خطوں سے حاصل ہونے والے شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ سنسرشپ کی شدید صورتیں الگ تھلک واقعات نہیں بلکہ سیاسی، معاشی اور سماجی ڈھانچوں میں پوسٹ نظامی طرز عمل ہیں۔ ریاستی ہدایات، عسکریت پسندوں کی پابندیاں، مالی گھٹن، ڈیجیٹل نگرانی، (کنکیشن کی بندش) کنکیشنڈیٹی بلک آؤٹس، تشدد اور ادارہ جاتی دباؤ مل کر آزاد صحافت کو خاموش کرتے ہیں۔ استثنائاً مسلسل برقرار رہنا، خصوصاً صحافیوں کے خلاف تشدد کے واقعات میں، اس ماحول کو مزید مضبوط کرتا ہے، جس سے احتساب اور شفافیت کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ نتیجتاً ایک ایسا میڈیا منظر نامہ تشکیل پاتا ہے جہاں آزادی اظہار محدود ہو جاتی ہے، تحقیقی رپورٹنگ نایاب رہتی ہے، اور شہریوں کے معلومات تک رسائی کے حق پر سمجھوتہ ہو جاتا ہے۔ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لیے جامع اصلاحات درکار ہیں، جن میں تحفظ کے قوانین، آزاد ریگولیٹری فریم ورکس، منصفانہ مالی ماڈلز، اور مضبوط حفاظتی پروٹوکولز شامل ہیں۔ ایسے اقدامات کے بغیر پاکستان میں صحافت سنسرشپ کی شدید صورتوں کے زیر اثر محدود رہے گی، جس سے جمہوری مکالمہ اور احتساب کے ستونوں کے طور پر میڈیا کا کردار کمزور ہوگا۔

صحافیوں کے خلاف قانونی اور استحصال کے دیگر ذرائع اور دباؤ

صورت حال: پاکستان میں صحافت کے گرد موجود قانونی ماحول نوآبادیاتی دور کی دفعات، عصری قوانین اور انتظامی طریقہ کار کے ایک تہہ در تہہ ملاپ کی عکاسی کرتا ہے، جو مجموعی طور پر آزادانہ رپورٹنگ کو محدود کرتے ہیں۔ ملک بھر میں میڈیا کو تعزیری قوانین، غیر شفاف طریقہ کار اور ادارہ جاتی دباؤ کا سامنا ہے، جو قانونی ضابطہ کاری اور جبری کنٹرول کے درمیان حد کو دھندلا دیتے ہیں۔ نتیجتاً بے یقینی اور خود ساختہ سنسرشپ کی فضا پیدا ہوتی ہے، جہاں مقدمہ بازی، قانون سازی اور انتظامی صوابدید، حکمرانی، سکیورٹی آپریشنز اور عوامی مفاد کے معاملات کی جانچ پڑتال کو روکنے کے لیے باہم جڑے ہوئے تعلق کے طور پر کام کرتے ہیں۔ جب بھی رپورٹنگ سیاسی طور پر حساس تحریکوں یا مقامی طاقت کے ڈھانچوں تک پہنچتی ہے، تو مقدمہ بازی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کا ایک واضح رجحان دکھائی دیتا ہے۔

5.1. صحافیوں کو مسائل پیدا کرنے والوں کے طور پر دیکھنا

احتجاج اور احتسابی تحریکوں کی دستاویز بندی کرنے والے صحافیوں کے خلاف عداری، دہشت گردی یا امن عامہ کی خلاف ورزیوں کے الزامات اکثر پولیس ایف آئی آرز تک شفاف رسائی یا شواہد کے بروقت انکشاف کے بغیر عائد کیے گئے ہیں۔ یہ ابہام اتفاقی نہیں، یہ قانونی طریقہ کار کو باز رکھنے کا ذریعہ بنادیتا ہے، جو 'اس عمل کو سزا' کے طور پر بڑھاتا ہے اور ان افراد کے لیے نتائج کا اشارہ دیتا ہے جو سرکاری بیانیوں سے آگے بڑھ کر رپورٹنگ کرتے ہیں۔ ہنگامہ عزت کے ایسے مقدمات، جن میں غیر معمولی حد تک بھاری جرمانے طلب کیے جاتے ہیں، اس دباؤ کو مزید بڑھا دیتے ہیں، خاص طور پر ان دائرہ اختیار میں جہاں خصوصی ٹریبونلز اور تیز رفتار نظام الاوقات موجود ہوں، جس سے اپنا دفاع کرنے کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور ضابطہ جاتی تحفظات سکڑ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جہاں عدالتیں بالآخر صحافیوں کو بری کر دیتی ہیں، وہاں بھی وسائل کا ضیاع اور نفسیاتی دباؤ خاموشی کے عملی مقصد کو حاصل کر لیتے ہیں۔

5.2. اختلاف رائے کو جرم بنانا

قانون سازی پاکستانی صحافیوں کے لیے خطرات کو مزید شدید کر دیتی ہے۔ فوجداری دفعات میں ایسی ترمیم جو 'عوامی امن'، 'سرکاری فرائض میں رکاوٹ' یا 'برادری' کے دائرہ کار کو بڑھا کر سرکاری اہلکاروں کو بھی اس میں شامل کر دیتی ہیں، تنقید کو تعزیری فریم ورک میں منتقل کر دیتی ہیں۔ متعدد شعبوں میں 2016 کا پیکا قانون، جس میں 2025 میں ترمیم کی گئی، پاکستان میں آن لائن اظہار رائے کے خلاف تعزیری نفاذ کا مرکزی ذریعہ بن چکا ہے۔ صحافی رپورٹ کرتے ہیں کہ ریاستی اداروں، سیاسی شخصیات یا سکیورٹی آپریشنز پر تنقید کرنے والی سوشل میڈیا پوسٹس کے معاملے میں اس قانون کو استعمال کیا جاتا ہے یا اس کے استعمال کی واضح دھمکی دی جاتی ہے۔ مبینہ 'غلط معلومات' کے لیے زیادہ سے زیادہ سزا کو 10 سال قید تک بڑھانا خوف اور احتیاط کو مزید گہرا کر دیتا ہے، خاص طور پر جب مواد ہٹانے اور بلاک کرنے کے احکامات کسی بھی سماعت سے پہلے جاری ہوں، واضح ٹائم لائنز کے بغیر آنا اور نتائج یا ریت کے قابل رسائی ریکارڈ موجود نہ ہوں۔ انتظامی ترتیب — پہلے ہٹاؤ، جواز بعد میں دو — خود سے احتیاط یا بچاؤ کو ایک معقول حکمت عملی بنادیتی ہے۔

5.3. صحافیوں کی مواصلاتی رسائی کو محدود کرنا

قانونی دھمکیوں کے ساتھ ساتھ مواصلاتی کنٹرول بھی کام کرتے ہیں۔ اُن اضلاع میں جہاں سکیورٹی واقعات یا عوامی تحریکیوں میں شدت آتی ہے، خاص طور پر بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں موبائل نیٹ ورک کی بندشیں، ہفتوں یا مہینوں تک جاری رہی ہیں، جس سے خبر اکٹھی، تصدیق کرنے اور پہنچانے کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ کنیکٹیوٹیٹی پر قدغن نہ صرف صحافی کام میں رکاوٹ ڈالتی ہے بلکہ اکٹھے ہونے اور اظہار کے لیے عوامی گنجائش کو بھی محدود کرتی ہے اور یوں تکنیکی ضابطہ کار مؤثر طور پر حکمرانی کے ایک آلے میں بدل جاتی ہے۔ جہاں پریس کلب تاریخی طور پر یکجہتی، فلاح و بہبود اور رسائی کے مراکز کے طور پر کام کرتے رہے ہیں، وہاں مقدمہ بازی اور انتظامی احکامات کے ذریعے اکاؤنٹس منجمد کرنا یا عمارتوں کو سیل کرنا ان اداروں کو غیر فعال کر دیتا ہے، جس سے صحافی زیادہ سے زیادہ خطرے کے لمحات میں اجتماعی حمایت سے دور ہو جاتے ہیں۔

5.4. صحافیوں کا معاشی گلا گھونٹنا

معاشی انحصار پاکستان میں صحافیوں کے لیے حالات کو مزید غیر متوازن کر دیتا ہے۔ ان علاقوں میں جہاں نجی اشتہاری منڈیاں کمزور ہیں، میڈیا ادارے سرکاری اشتہارات پر انحصار کرتے ہیں، جس سے تحقیقاتی رپورٹنگ کے جواب میں تعزیری طور پر اشتہارات واپس لینے کا ایک مؤثر ذریعہ پیدا ہو جاتا ہے۔ صحافی سیاسی دفتر سے اطلاعاتی تحکیموں کو کی جانے والی براہ راست کالز کا ذکر کرتے ہیں، جن میں میڈیا اداروں کے خلاف مالی پابندیاں عائد کرنے اور ذرائع پر دباؤ ڈالنے کی ہدایات دی جاتی ہیں۔

ادارتی مواد کو معاشی انتقام سے جوڑنا احتسابی صحافت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور اشاعت سے پہلے ہی خود ساختہ سنسرشپ کی ترغیب دیتا ہے۔ جہاں ہر اسانی شدت اختیار کرتی ہے، وہاں یہ اکثر نیوز روم سے آگے بڑھ کر خاندان کے روزگار تک پھیل جاتی ہے، جس میں سرکاری ملازمت سے غیر رسمی بلیک لسٹنگ بھی شامل ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ تعزیری منطق کس طرح ذاتی اور پیشہ ورانہ حدود کو عبور کر جاتی ہے۔

5.5. صحافیوں کے خلاف جسمانی اور نفسیاتی تشدد

پاکستان بھر میں صحافیوں کو جسمانی اور نفسیاتی طور پر خوف زدہ کرنا ایک مستقل رجحان ہے۔ مار پیٹ، تشدد، جبری گمشدگی اور قومیت سے متعلق گھڑے گئے اعتراضات کے بیانات ایک ایسے ماحول کی عکاسی کرتے ہیں جہاں جبر کو معمول بنادیا گیا ہے اور احتساب کو کمزور کر دیا گیا ہے۔ فرقہ وارانہ تقسیم خطرے کو مزید بڑھا دیتی ہے: فرقہ وارانہ بنیادوں پر منقسم اخبارات اور فرقہ وارانہ عناصر کے ذریعے دی جانے والی دھمکیاں پیشہ ورانہ یکجہتی کے ٹوٹنے کا سبب بنتی ہے اور ذاتی خطرے کو بڑھا دیتی ہیں۔ انٹیلی جنس اہلکاروں اور مقامی انتظامی حکام نے سول سوسائٹی گروپس کی حقیقت معلوم کرنے والی نشستوں میں خلل ڈالا، تحفظ اور میڈیا آزادی سے متعلق مباحثوں کو قبل از وقت ختم کرنے پر مجبور کیا، اور شرکا کو تحریری احکامات یا کسی بیان کردہ قانونی اختیار کے بغیر نکال دیا۔ ایسے اقدامات اُن باتوں کی تصدیق کرتے ہیں جو صحافی چند لمحے پہلے رپورٹ کرتے ہیں — خوف زدہ کرنا، جبری سنسرشپ اور انتقامی کارروائی کے ممکنہ خطرات کے باعث پیدا ہونے والی خود ساختہ سنسرشپ۔

5.6. صحافیوں کو باز رکھنے کے لیے قوانین اور ضوابط کا استعمال

علاقائی سطح پر سامنے آنے والے رجحانات ان قوانین اور ضوابط کی وسعت کو ظاہر کرتے ہیں جنہیں صحافیوں کے خلاف باز رکھنے کے ذرائع کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ تنازعات سے متاثرہ علاقوں میں پیکا کا جارحانہ اطلاق اور تحفظ فراہم کرنے والی قانون سازی کے نفاذ میں تعطل، رپورٹرز کو 'ہتک عزت' یا 'ورغلانے' سے متعلق تعزیری دفعات کے تحت بے بنیاد ایف آئی آر کے خطرے سے دوچار کر دیتا ہے۔ جہاں نوآبادیاتی دور کے قوانین

اب بھی استعمال میں ہیں، وہاں معمول کی خبر اکٹھی کرنے کی سرگرمیوں کو جیسے کہ سرکاری موقف حاصل کرنا، پولیس مقابلوں کی کوریج کرنا یا سیاسی پریس کانفرنسوں میں شرکت کرنا سرکاری فرائض کی انجام دہی میں رکاوٹ کے طور پر از سر نو پیش کیا گیا ہے، جس سے گرفتاریوں اور آلات کی ضبطی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ صحافی یونینز کے ریکارڈز ایک ہی سال میں چپکا کے تحت درجنوں ایف آئی آرز اور دیگر قوانین کے تحت گھڑے گئے مقدمات کو درج کرتے ہیں، جس سے اجتماعی بے یقینی پیدا ہوتی ہے۔ جب مواد کی نگرانی شفافیت سے پہلے آتی ہے، تو کوئی بھی عدالتی فیصلہ آنے سے پہلے ہی سبق سکھا دیا جاتا ہے؛ قانونی میدان تکمیل کے ایک نمائشی ٹھیڑ میں بدل جاتا ہے، جہاں عقلی انتخاب خاموشی بن جاتا ہے۔

5.7. میڈیا اداروں کو نشانہ بنانا

ادارہ جاتی بندشیں پاکستان میں صحافیوں کے قانون کے ذریعے دبائے جانے کی سماجی قیمت کو ظاہر کرتی ہیں۔ غریب اضلاع میں جہاں پریس کلب صوبائی حکومت تک عوامی رسائی کے ایک ذریعے کے طور پر کام کرتا ہے، عمارت کو سیل کرنا کمیونٹیز کو اپنی شکایات سامنے لانے اور حکام سے رابطہ کرنے کے ایک پلیٹ فارم سے محروم کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ جہاں عدالتیں ڈی سیل کرنے کا حکم دیتی ہیں، وہاں انتظامی ایبلیس بندش کو طول دیتی ہیں، مؤثر طور پر عدالتی ریلیف کو بے اثر کر دیتی ہیں اور ضابطہ جاتی جھوٹ کے ذریعے دباؤ کو مزید بڑھا دیتی ہیں۔

امن عامہ کے قوانین کے تحت گرفتاریاں، حراست اور پریس کلب رہنماؤں پر مبینہ تشدد اس بات کو نمایاں کرتے ہیں کہ تنظیمی مقامات کو انتظامی حد سے تجاوز کے خلاف مزاحمت روکنے کے لیے کس طرح کنٹرول کیا جاتا ہے۔ انصاف تک رسائی غیر مساوی ہے۔ صحافیوں کے خلاف سنگین نوعیت کی فوجداری اور دیوانی مقدمہ بازی معمول کے مطابق انہیں ایسے باوسائل درخواست گزاروں کے مقابل لاکھڑا کرتی ہے جن کی نمائندگی مہنگے وکلاء کرتے ہیں۔ میڈیا تنظیمیں اکثر قانونی معاونت فراہم کرنے میں ناکام رہتی ہیں، جس کے باعث رپورٹرز کو تصفیے کرنے پڑتے ہیں یا ایسے طویل قانونی تنازعات برداشت کرنے پڑتے ہیں جن کے اخراجات وہ برداشت نہیں کر سکتے۔

اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے صحافیوں کو مزید پیچیدہ کمزوریوں کا سامنا ہوتا ہے، جن میں خاندان کے افراد کے خلاف حملے ہونے والے پر تشدد جرائم بھی شامل ہیں، جہاں تحقیقات کی سمت رک جاتی ہے اور احتساب ناپید رہتا ہے۔ ماہرین دان اور قانونی ماہرین فوجداری نظام انصاف میں موجود ان نظامی عدم توازن کی نشاندہی کرتے ہیں جو وسائل رکھنے والوں کے حق میں جاتے ہیں اور صحافی یونینز اور بار ایسوسی ایشنز کے درمیان منظم معاہدوں پر زور دیتے ہیں تاکہ نمائندگی یقینی بنائی جاسکے اور صحافیوں کے خلاف جرائم میں استثنائے چیئنج کیا جاسکے۔ پریس کلب جیسے ادارہ جاتی مقامات بھی خوف زدہ کیے جانے سے محفوظ نہیں۔ کشمیر میں پریس کلبوں کو سیاسی رنگ دیا گیا اور ان کے خلاف مقدمہ بازی کی گئی، جس سے محفوظ پناہ گاہوں کے طور پر ان کا کردار کمزور ہوا۔ سندھ میں حیدر آباد پریس کلب پر احتجاج کے دوران مذہبی گروہوں نے متعدد بار حملہ کیا، جس میں صحافیوں کو براہ راست نشانہ بنایا گیا۔ اجتماعی مقامات پر یہ حملے یکجہتی کو کمزور کرتے ہیں اور عدم تحفظ کو مزید مستحکم کرتے ہیں۔

5.8. اجتماعی مزاحمت اور اس کی حدود

وسیع پیمانے پر ہراسانی کے باوجود، صحافی اجتماعی کارروائی کے ذریعے مزاحمت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اسے بے کے میں پریس کلبوں اور ایسوسی ایشنز نے دھمکیوں کے خلاف احتجاج منظم کیے ہیں اور انتظامیہ کا براہ راست سامنا کیا ہے۔ کے پی میں یونینز نے استثنائے خاتمے کے لیے وفاقی مداخلت کا مطالبہ کرتے ہوئے مظاہرے کیے۔ جنوبی پنجاب میں تحفظ کمیٹیوں کو دی گئی درخواستیں حفاظتی اقدامات کو ادارہ جاتی شکل دینے کی کوششوں کو نمایاں کرتی ہیں۔ تاہم، کمزور نفاذ، پریس کلبوں کی سیاست اور تنظیمی حمایت کی کمی کے باعث یہ کوششیں اکثر ناکافی رہتی ہیں۔ سندھ اس بات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے کہ تنظیمی پشت پناہی کتنی ضروری ہے، جہاں اپنے میڈیا باؤسز کی حمایت رکھنے والے صحافی بحرانوں سے نسبتاً زیادہ مؤثر طریقے سے نمٹتے ہیں۔

اس کے باوجود بہت سے صحافی الگ تھلگ رہتے ہیں، کیونکہ آج رطقتور عناصر کا سامنا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ خطرات سے متعلق منظم ڈیٹا جمع کرنے کی عدم موجودگی، خاص طور پر پنجاب میں، خلاف ورزیوں کے پیمانے کو مزید دھندلا دیتی ہے اور استثنا کو تقویت دیتی ہے۔

خلاصہ: پاکستان میں صحافیوں کو روکنے اور خوف زدہ کرنے والے تین ساختی عناصر کار فرما ہیں۔ پہلا، تعزیری اور سانسبر قوانین کی توسیع اور لچک دار تشریح ریاست اور رطقتور نجی عناصر کو یہ موقع دیتی ہے کہ وہ تنقید کو خاص طور پر ڈیجیٹل دائرے میں قابل مقدمہ جرم میں تبدیل کر دیں۔ دوسرا، انتظامی عمل — نیٹ ورک بندشیں، مواد کی بلاکنگ اور اداروں کو سیل کرنا — متناسب تحفظات یا شفاف نگرانی کے بغیر عملی طور پر سنسرشپ کے طور پر کام کرتا ہے۔ تیسرا، مقدمہ بازی میں وسائل کی عدم مساوات، صحافیوں کے لیے محدود تنظیمی پشت پناہی کے ساتھ مل کر، عدالتوں کو حقوق کے تحفظ کے فورمز کے بجائے تھکا دینے والے دباؤ کے ٹولز میں بدل دیتا ہے۔ یہ عوامل مجموعی طور پر آزاد صحافت کے امکان کو محدود کرتے ہیں اور حکمرانی، بدعنوانی اور سکیورٹی سے متعلق قابل اعتماد معلومات تک عوامی رسائی کو کمزور کرتے ہیں۔ مجموعی اثر ایک ایسے قومی میڈیا حوالے کی صورت میں سامنے آتا ہے جہاں خود کو پیشگی روکنا، از خود سنسرشپ اور حکمت عملی کے تحت خاموشی قانونی خطرے کے مقابلے میں معقول وجوہات بن جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ جہاں صحافی بالآخر عدالت میں کامیاب ہو جاتے ہیں، وہاں بھی عمل کا باز رکھنے والا کردار — لاگت، وقت اور خطرے سے دوچار ہونا — اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے۔

سفارشات: پاکستان میں میڈیا کی ترقی اور صحافیوں کے تحفظ کے لیے اصلاحاتی روڈ میپ

پاکستان میں پیشہ ورانہ اور آزاد میڈیا کے شعبے، صحافتی برادری اور عوامی مفاد کی معلومات فراہم کرنے والے افراد کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے درج ذیل اصلاحاتی روڈ میپ تجویز کیا جاتا ہے۔ یہ روڈ میپ آزاد جموں و کشمیر، بلوچستان، گلگت بلتستان، اسلام آباد، خیبر پختونخوا، پنجاب اور سندھ سے تعلق رکھنے والے میڈیا پریکٹیشنرز اور میڈیا ایسوسی ایشنز کے ساتھ کیے گئے متعدد فوکس گروپ مباحثوں اور کلیدی معلوماتی انٹرویوز کی بنیاد پر تیار کیا گیا ہے:

1. صحافیوں کے لیے ادارہ جاتی معاونت فراہم کی جائے: پاکستان کے تمام خطوں میں میڈیا ڈیولپمنٹ گروپس اور ایسوسی ایشنز کی جانب سے طویل المدتی اور مسلسل ادارہ جاتی معاونت کے ذریعے صحافیوں کو بااختیار بنایا جائے اور ان کی استعداد کار میں اضافہ کیا جائے۔
2. میڈیا آزادیوں کے لیے کوششیں جاری رکھی جائیں: آزادی اظہار کے لیے منظم ایڈوکیٹیشن کی کوششوں کی حمایت کی جائے، اس مقصد کے لیے صحافیوں اور میڈیا ایسوسی ایشنز کو تربیت اور وسائل فراہم کیے جائیں تاکہ وہ میڈیا حقوق کے لیے مؤثر مہم چلا سکیں۔
3. صحافیوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور سیفٹی کمیشنز کو مضبوط کیا جائے: بوقا اور سندھ کے قوانین کے تحت قائم صحافیوں کے تحفظ کے سیفٹی کمیشنز کی معاونت اور استعداد کار میں اضافہ کیا جائے، اور آزاد جموں و کشمیر، بلوچستان، گلگت بلتستان، خیبر پختونخوا اور پنجاب میں بھی اسی نوعیت کی قانونی ضمانتیں اور معاون ادارے قائم کیے جائیں۔
4. معلومات تک رسائی کے حق کے نظام کو مضبوط کیا جائے: بوقا اور صوبائی سطح پر موجود معلومات تک رسائی کے حق کے قوانین کے نفاذ کو فروغ دیا جائے اور مضبوط بنایا جائے جبکہ آزاد جموں و کشمیر اور گلگت بلتستان کے لیے بھی اسی نوعیت کی قانون سازی کی جائے، تاکہ معلومات تک رسائی کو یقینی بنایا جاسکے اور شفافیت و احتساب کے لیے سازگار ماحول پیدا ہو۔
5. ڈیجیٹل میڈیا کی پائیداری اور انٹرنیٹ پر نیورسٹ کی حمایت کی جائے: آزاد ڈیجیٹل میڈیا پلیٹ فارمز کے لیے استعداد کار میں اضافہ، تکنیکی وسائل، مشترکہ طریقہ کار اور ڈیجیٹل پروڈکشن سہولیات فراہم کی جائیں۔ ساتھ ہی ان کے قومی اور بین الاقوامی اداروں کے ساتھ روابط کو فروغ دیا جائے تاکہ جدت، پائیداری اور پیشہ ورانہ معیار کو مضبوط بنایا جاسکے۔
6. میڈیا میں صنفی مساوات کے مثبت اقدامات کو مضبوط کیا جائے: میڈیا کو خواتین کے لیے سازگار بنایا جائے۔ خواتین میڈیا پریکٹیشنرز کو با مقصد تربیت، وسائل اور صنفی حساسیت سے متعلق اقدامات کے ذریعے معاونت فراہم کی جائے تاکہ میڈیا کے شعبے میں پیشہ ورانہ معیار اور شمولیت کو فروغ ملے۔ تمام میڈیا اداروں، بشمول آزاد ڈیجیٹل میڈیا، کے لیے صنفی مساوات کی پالیسیاں بھی نافذ کی جائیں۔

7. میڈیا کے اندر نیٹ ورکنگ اور تعاون کو مضبوط کیا جائے: علاقائی پریس کلبوں اور صحافی یونیز کو قومی سطح کے ہم منصب اداروں، بشمول بڑے پریس کلبوں اور پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس، کے ساتھ روابط کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ ان اداروں کے درمیان اور بین الاقوامی ہم منصبوں کے ساتھ تعاون کی بھی حمایت کی جائے۔

8. میڈیا اور سول سوسائٹی کے باہمی رابطے کو فروغ اور مضبوط کیا جائے: میڈیا، سول سوسائٹی اور اکیڈمیسیا کے درمیان باضابطہ روابط کے قیام کی حمایت کی جائے، جن میں جامعات اور کالجوں کے میڈیا سٹڈیز ڈیپارٹمنٹس بھی شامل ہوں، تاکہ پیشہ ورانہ تعاون، باخبر معاشروں اور مضبوط جمہوری عمل کو فروغ دیا جاسکے۔

9. میڈیا اور صنعت کے روابط کو فروغ اور مضبوط کیا جائے: مقامی میڈیا، اکیڈمیسیا، کاروباری شعبے اور ٹیکنالوجی انڈسٹری کے درمیان روابط کو مضبوط کیا جائے تاکہ پائیداری سے متعلق اقدامات اور پیشہ ورانہ ترقی کو معاونت مل سکے۔

10. صحافت کی تعلیم کو مضبوط کیا جائے: جامعات، کالجوں اور ان کے میڈیا سٹڈیز ڈیپارٹمنٹس کی معاونت کی جائے تاکہ وہ صحافت کے نصاب اور تربیتی کورسز کو بہتر بنا سکیں۔ اس کا مقصد میڈیا کی پیشہ ورانہ مہارت کو فروغ دینا اور ابھرتے ہوئے چیلنجز سے ہم آہنگی پیدا کرنا ہے، جن میں عوامی مفاد پر مبنی ڈیجیٹل مواد کی تیاری، غلط معلومات کا مقابلہ، موسمیاتی اور ترقیاتی صحافت شامل ہیں۔

ABOUT FREEDOM NETWORK

Freedom Network is Islamabad-based independent media watchdog and development sector research, advocacy and training organization. It was established in 2013.

In 2017, Freedom Network was awarded the prestigious French Republic's "Human Rights Prize" for "its efforts for safety and protection of journalists and promotion of freedom of expression."

OUR MISSION:

To protect civil liberties, including freedom of expression and access to information, and promote an informed society that sees media as a key partner in a democratic and pluralist Pakistan.